تو کہاں میں کہاں

غلام اکبر ابرام (لیہ)

انتساب

قاری کے نام

منسوب کرنے کی وجہ اور وضاحت

تا کہ کتاب ''تو کہاں میں کہاں'' کے ردعمل میں قاری جو بھی کھری کھری سنانا چاہے۔ وہ بغیر کسی لگی لپٹی کے غلام اکبر ابرآم (لیہ) تک بذریعہ مراسلت پہنچا بھی پائے اور مجموعہ کلام ہذا کے جملہ حقوق بحق قاری محفوظ بھی رہیں۔

01 اکتوبر 2007

پتہ:۔ گلی بزداراں والی وارڈ نمبر 5 محلہ عیدگاہ ضلع لیہ شہر (پنجاب) پاکستان

فہرست

غزلیات

☆ ﴿ ۱ ﴾ ☆

اب نہ آنکھیں چرا ہمت پہ میری تُو — مسکراتا رہے حالت پہ میری تُو

میں جواں ہوں جوانی کی خطاؤں پر — اور دے جھڑکیاں عجلت پہ میری تُو

پھر نئی انتقامی کارروائی پر — داد کرتا طلب خفت پہ میری تُو

سوچتا پیار کرنے کی سزا دے کر — رات کیوں رو پڑا فرقت پہ میری تُو

اپنا بد نصیبی کی بتاؤں کیا — رو کے پھر ہنس پڑا غربت پہ میری تُو

حالِ دل بھی بیاں کرنے نہیں دیتا — چھیڑ کے تذکرے وقعت پہ میری تُو

میکدے میں اگر آ بھی گیا ہوں میں — مے پلا دے مجھے منت پہ میری تُو

انتہا کرب کی دکھ درد کی اچھا — کچھ نہیں پھر کبھو حیرت پہ میری تُو

کب مہرباں مہربانی ہوئی مجھ پہ — روز وعدے کرے حجت پہ میری تُو

دیکھ کر عشق میرا مفلسوں سے بھی — تلملائے بہت غیرت پہ میری تُو

شوق میں غم گساری کے ملے ہو تُو — کیوں پریشاں ہوا عزت پہ میری تُو

کیوں نہ روئے جہاں بیگانگی پر بھی — نارسائی پہ میں بہشت پہ میری تُو

شوق میں نیک نامی کے کیا پھر یہ — دور ہوتا گیا چاہت پہ میری تُو

موت کے خوف سے ابہامؔ کا لوٹنا — دیکھ کر خوش ہوا وحشت پہ میری تُو

موت کے بعد آنا فاتحہ پڑھنے — ٹھوکروں سے کبھی تربت پہ میری تُو

☆ ﴿ ۲ ﴾ ☆

دیکھو حسنِ فطرت کہ فطرت کو آنا چاہیے — پھر پرماتما کو تحیّر کا ناخدا چاہیے

کس کو راس آئی محبت کس سے نبھائی وفا — ایسی کیا ادا ہے تری جس پہ چونکنا چاہیے

☆ ۲ ☆

دل کش زندگی میں نہ تُو خوشبو کا لہو تُو بکو
منظر خون آلودہ ہیں کیا پھر کربلا چاہیے

کبھو حُسن کا ماجرا کبھو عشق کی مانگ کو
بے حد عشق کو حُسن برہم کی انتہا چاہیے

بچے چیختے دیکھ کر جب چپ سادھلی سب نے ہی
ماں اولاد کو بیچ کر رو دی کیوں دوا چاہیے

تیرا حکم تھا میں بجا لایا دور تم سے رہا
اب افسوس کس بات کا مرنے کی دُعا چاہیے

پوری ہوں مرویں گُلوں کی غربت کے ماروں کی بھی
عصری حاجتوں کا جہاں کو حاجت روا چاہیے

دولت نے جدا کر دیا تھک کے بیٹھنے کے سوا
عاشق عاشقی میں کرے کیا، کیا ملا یا چاہیے

ہم آلودگی کا سبب خود ہیں، ہم نہیں کون ہیں؟
دُشمن آسماں ہے زمیں یا ہم سوچنا چاہیے

ماضی حال بنتا نہیں مستقبل نہ ماضی ہوا
دُکھ کس بات کا موت تک عالم شوق کا چاہیے

لایا چاند کو ہی فقط تو سورج خفا ہی ہو گا
سورج چاند تُو روبرو منظر بارہا چاہیے

تُو خود چاند خود چاندنی سورج مانگ کر روشنی
ٹھنڈک سے پریشاں بے حدت ساجنا چاہیے

کوشش ہے پیا تجھی کو چاہوں تجھے پا بھی لوں
جی بھر کے ستا پیار بھی کر دُکھ بانٹنا چاہیے

خنجر مارا پھر محبت سے پوچھنا کیا ہوا
کیسے خون جاری ہوا پیارے اور کیا چاہیے؟

اس دریا دلی کا مہربانی کا بہت شکریہ
دے کر سوزِ غم لاج سے رُخ پھر پھیرنا چاہیے

میں خود بھی تنہا ہوا دوستوں کی شکایت بجا
تنہا میں بھی ہوں تم بھی ہو پھر کیوں اتنا چاہیے

ہو بیمار تیمار داری کے ذوق میں مبتلا
یوں اظہارِ معشوق کو بائے عشق کا چاہیے

☆ ۳ ☆

اظہار پہ پابندی انصاف بھی جاری ہے
تردید کے مجرم کو پھر جیل پکاری ہے

انسان کے رتبے کو انسان گھٹاتا ہے
تقسیم یہ طبقوں کی ہر حال میں بھاری ہے

تب اشکِ ندامت کے اب تم نے بہائے ہیں
آلودہ نظاروں سے جب حُسن فراری ہے

☆ ۳ ☆

ہم علم و سیاست کو جاگیر سمجھتے ہیں ——— اخلاص سے عاری جب خود عقل ہماری ہے
جب زخم پرانے ہیں سب تجھ کو دکھانے ہیں ——— ہر قطرہ نچھاور ہے جو خون سے جاری ہے
چاہت کے سوا کیونکر دل عشق کا مندر ہو ——— اندھا نہ صنم خود ہے اندھا نہ پُجاری ہے
جو شخص عوامی ہے کچھ جوڑ کا خوگر ہے ——— برعکس وہ منصب کے خدمت سے فراری ہے
تُو پھول کی متبادل خوشبو سے تری مجھ پہ ——— بارود سے جذبوں کا اک خوف بھی طاری ہے
تم موت کا باعث ہو تم نے ہی بچانا ہے ——— بھگتان نگر کی تُو جب راج کماری ہے
بے نام نہیں اتنا جتنا کہ مجھے جانا ——— میں ہجر کا مارا ہوں تو وصل کی ماری ہے
ہم لوگ منافق ہیں، ماہر ہیں خوشامد کے ——— اخلاق کے کرتب کا ہر شخص مداری ہے
تم پیار کی دنیا کو خوش آگ لگا کر ہو ——— کیوں ترس نہیں آتا کیوں ظلم یہ جاری ہے
فریاد مناظر کی سن لی ہے نئی رُت نے ——— ماحول بدلتے ہی دل دل کا شکاری ہے
تُو پیار کا موتی ہے تو اتنی گزارش ہے ——— اک بار پرکھنے دو خواہش یہ ہماری ہے
ہم کھوج میں جس کی ہیں تُو ہی وہ سمندر ہے ——— ہم پیار کے پیاسے ہیں خود پیار بھکاری ہے
خواہش ہو اگر دل میں ہر دل پہ حکومت ہو ——— تُو پیار سبھی سے کر کوشش یہ ہماری ہے
نظروں کے کرشموں سے مسرور ہمیں مت کر ——— آنکھیں ہیں تری دھوکا تُو پیار سے عاری ہے

☆ ۴ ☆

در و دیوار رنج و غم یہ جاں پستی گراں میری ——— سراپا درد ہوں حسرت بھری ہے داستاں میری
ہمیں سے ہیں خفا کیا آپ جن کو عقل بخشی تھی ——— سبق کس نے دیا ہر بات لگتی ہے نیاں میری
یہ خواہش تھی حقائق سرنگوں ہوں سامنے میرے ——— مبارک ہو رقیبوں کو دھواں منزل کہاں میری
محبت رنگ خوشبو عارضی پر تو نہیں کہتے ——— بہاریں خود پلٹ آئیں صداقت ہے عیاں میری

☆ ۴ ☆

نہ بکتا جل مُرخی کے نہ یں میں شاعری کتا
نہ سنتے حال دانش کا نہ کہتی گر زباں میری

☆ ۵ ☆

کُھلی آنکھوں میں ہی خوابوں کو سجائے
کھڑے تیار ہیں ہم قاصد تو آئے

یہ دیکھو دل کہ ہم کیا کیا لے کے آئے
تری خواہش پہ تارے بھی توڑ لائے

نہیں اچھے یہ تارے تو چاند لاؤں
وہ دیکھو چاند کو آنا بن بلائے

مرے بے چین دل مانگوں میں دعائیں
منانے تجھ کو ظالم خود چل کے آئے

یہ فرمائش ہے آئی اُن کی مرے دل
کہ سر ابہام اپنا خود کاٹ لائے

محبت میں تمناؤں کے سفر کی
تھکن دل کو سُہائے جذبے جگائے

یقیں کیسے دلائیں اے دل بتاؤ
وفا کے نام پر لُٹ کے بھی نہ بجائے

☆ ۶ ☆

ہمارا درد کیا بانٹو گے ساقی
نظر انداز کرنے کے ہو عادی

بغاوت حسرتیں کیسے کریں گے
کہ ہم نے ضبط کی کر انتہا دی

ہمیں کم ظرف ساقی کیوں کہا ہے
کہ پی کے کب طبیعت لڑکھڑائی

تکلف برطرف مے خوار ہوں میں
نہ ترسا سامنے رکھ دے صراحی

صراحی ہو چکی خالی سبو لا
سبو میں شرط ہے مے ہو پرانی

بدن کی مے نہ چھلکاؤ ستم گر
کہیں ہم ہو نہ جائیں آج باغی

جو میں ہوتا کبھی ساقی یہاں کا
تو مے تقسیم کی جاتی مساوی

سلیقے سے ہمیں مدہوش کرنا
کہ پی کے مات نظروں سے نہ کھائی

خرد پوشیدہ ہے مدہوشیوں میں
یہ مے کی صفت رندوں نے بتائی

☆ ﴿ ۱ ﴾ ☆

ڈھلے سورج لگے پھر چاند جیسے ہے ساغر روشنی کا میں سوالی
نہ چھیڑو تارِ دل کے اس خوشی میں کہیں ایسا نہ ہو تُو رو دے ساقی
کی جو عشق میں ابہام کے تھی تو پھر کیوں عزم میں جنبش نہ آئی
کہ ہم نے آج پی کر جھومنا ہے سُنا ہے زندگی ہے مسکرائی

☆ ﴿ ۲ ﴾ ☆

آ کہ اب مستیوں کا موسم ہے ان کہی خواہشوں کا موسم ہے
آ گئی ہیں بہاریں ساون کی گا رہی کھیتوں کا موسم ہے
سج گئے پیڑ پھر سے گلشن کے چاند تاروں پھلوں کا موسم ہے
گد گدائے ہَوا خوشبو والی کھلکھلاتے گلوں کا موسم ہے
گرمیوں میں مُسرّت کا باعث آ گیا بارشوں کا موسم ہے
حسرتیں جاگ اُٹھی ہیں پھر سے دل نشیں بادلوں کا موسم ہے
ہر کلی پھول بنتی جاتی ہے گل فشاں رنگوں کا موسم ہے
مدتوں منتظر تھے سب جس کے یہ وہی قربتوں کا موسم ہے
کیف پرور جواں ہریالی کا جھومتے طائروں کا موسم ہے
پی رہا ہوں شرابیں موسم کی شاعری کا جنوں کا موسم ہے
راج کر لے دلوں پہ دلبر تُو نت نئے حادثوں کا موسم ہے
خواب گوں آہٹیں سن کر بتلا کیا خطا کاریوں کا موسم ہے؟
جوشِ دریا بتائے دیتا ہے سن لیا عشرتوں کا موسم ہے
ذوقِ دیدار کو باندھے رکھنا شاعرو! بجلیوں کا موسم ہے

☆ ﴿ ۷ ﴾ ☆

بانٹ بھی دو محبت دنیا میں
ساقیا! نفرتوں کا موسم ہے

☆ ﴿ ۸ ﴾ ☆

چراغ ہجر کے عذاب راستوں کے جل اُٹھے
غمِ فراق نے بدحال کر دیا یہ دیکھ کے

کُھلی جو آنکھ قربتوں کے خواب خواب ہی رہے
بڑھا کے خود فریبیاں بھی ہم تجھے نہ پا سکے

چلی یوں کِھلے گُلاب وارداتِ دل ہوئی
نہ دیکھ دیکھ تیرتے ہوئے خیال و وا ہے

سمندروں کا انتشار دیکھ کر مجھے بتا
قرار کے لیے ہیں بے قرار کیا ہیں بولتے

طلب کے باوجود بھی غریب عشق کیا کرے
نُخوں طراز من چلے سسک سسک کے مر گئے

تعلُقات کے فریب سے فرار کے لیے
محبتوں کے نام پہ گنا لیے ہیں مرتبے

امیر نے غریب سے معاشتوں کی آڑ میں
عجب مطالبے کئے عجب کئے مباحثے

متاعِ دل گنوا کے بھی سکونِ دل نہ پا سکے
تصوراتِ ذوق و فن وبالِ جان بن گئے

جنونِ عشق کی ترقی کو جانچتے ہی میں
شکستِ ذات سے دبک گیا بڑھا کے دبدبے

پرستشِ جمال کم ہوئی نہ کام آ سکی
ہمارے ہی حواس ہم سے دشمنی بڑھا گئے

نہیں ہمارے کرب کا علاج ہے تو موت ہے
فرازِ عرش کی حسین منزلوں کو چل پڑے

☆ ﴿ ۹ ﴾ ☆

اے حَسیں لب دے کے دعوت یہ بتا بھی جا ہمیں
پیار کی ہو گی اجازت یہ بتا بھی جا ہمیں

سر جھکا کے حُسن والے یہ نہیں سوچا کبھی
کیسے چھوڑو گے یہ عادت یہ بتا بھی جا ہمیں

کم سُخن سے گفتگو کرنی پڑے گی دیکھیے
پوری ہو گی کیا یہ حاجت یہ بتا بھی جا ہمیں

کیوں گریزاں ہم سے ہو تم یہ نہیں ہیں جانتے
چھوڑ سکتے ہو نزاکت یہ بتا بھی جا ہمیں

سر جُھکے رُخ کی تلاوت سے مرا مقصد یہ ہے
کتنی باقی ہے مُسافت یہ بتا بھی جا ہمیں

☆ ﴿ ۹ ﴾ ☆

بادلوں کی اوٹ میں کیسے چھپا سورج ابھی — رُخ چھپا کے حسبِ عادت یہ بتا بھی جا ہمیں
کر چکے وعدے بہت وعدے نبھائے ہیں کبھی — تم نے کب بخشی زیارت یہ بتا بھی جا ہمیں

☆ ﴿ ۱۰ ﴾ ☆

میں جدا آپ سے ہو چکا ہوں — ہجر کی آگ میں جل رہا ہوں
موت آتے ہی تُو بھی ہے آئی — لوگ حیران ہیں جی اٹھا ہوں
دیکھ کر لوگ میرا تماشا — ہنس پڑے یوں کوئی بُلبلا ہوں
رات بھر پیار کی تشنگی سے — دیکھتا خواب تیرے رہا ہوں
میں رہا تشنہ لب زندگی بھر — اس لیے روز تم سے ملا ہوں
شوق جینے کا ہے تم سے قائم — دیکھ لے جُھومتا ناچتا ہوں
چھیڑتی ہے تری ہر سہیلی — پوچھتی ہیں کہاں کب ملا ہوں
پیار کے نام پہ لُوٹ کر بھی — بھولتے جا رہے ہو فنا ہوں
ذوق میں ناز برداریوں کے — پیار تم سے کیا کر رہا ہوں
حُسن نعمت خدا کی خدا بھی — خود ہوا ہے فدا دیکھتا ہوں
عاشقی راس آئی نہ الفت — ٹال مت برملا دل جلا ہوں
اُنگلیاں اُٹھ رہی ہیں نہ دیکھو — پیار دیکھو نہ سوچو بڑا ہوں
جُرم ہے پیار کرنا تو جگ میں — پیار تم سے کیا مانتا ہوں
ہو کرم پیار کا ہوں سوالی — میں ترے عشق میں مبتلا ہوں
رُوگ کیا تھا مگر اب ہوا کیا — میں تجھے دیکھ کر کِھل اُٹھا ہوں
کیوں خفا ہو رہی ہو انوکھی — خوش رہو خوبرو جا رہا ہوں

﴿ ۱۰ ﴾

عشق مرنا نہیں ہے سمجھو — مار کر سوچا مر چکا ہوں

﴿ ۱۱ ﴾

راز دل ظاہر کیا جائے اجازت دیجئے — چاند راتوں میں لبوں کی مے کھولو پیجئے
گنگناتی آب جو جولانیاں ماحول کی — دیکھ رقصاں چاند کو نظریں ملا بھی لیجئے
ہو گئی بے خود ہوا بے خود ہوا سارا چمن — بے خودی میں اب نظر کا جام پینے دیجئے
ہاتھ اپنا دل پہ رکھ کے دیکھتے ہیں حالِ دل — مر نہ جائیں ہم کہیں ایسے نہ دیکھا کیجئے
رقص کرتی ہیں جہاں انسان کی محرومیاں — گھر مرا برباد ہونے سے بچا بھی لیجئے
آنکھ ویراں مانند جذبے سوچ بھی ہے بے نمو — خون سے تر دامنِ دل چاک میرا سیجئے
شدتِ آلام کی رو داد سننے کے لیے — ہوش میں آنے کی خاطر مے مجھے لا دیجئے

﴿ ۱۲ ﴾

الفت میں انجام مرا دلبر تُو نے دیکھ لیا
چاہا تجھ کو پیار کیا خود کو ہی برباد کیا
کر کے تُو برباد مجھے مجھ سے ملنا چھوڑ گیا
غیروں نے کیا آپ نے بھی ہر اک ناطہ توڑ لیا
ارمانوں کے خُون سے کیا ہاتھوں کو بھی رنگ لیا
گھُٹ گھُٹ کے مرنا نہ پڑے ہر سو ہے اب ذکر مرا
بے بس کر کے روز مجھے ہر لمحے مایوس کیا
نفرت کے اظہار پہ تُو خوش ہے کر کے دیکھ لیا
کر کے تُو بدنام مجھے جگ میں تُو مشہور ہوا

☆ ﴿ ۱۲ ﴾ ☆

تیرے چرچے عام ہوئے لوگوں سے معلوم ہوا
مجھ کو قاتل لوگ کہیں جب سے تُو مقتول بنا
دیکھا ہے دستور نیا ظالم اب مظلوم ہوا
یوں بھی ہو گا علم نہ تھا بک جائے گا پیار ترا
اُلفت کے بدلے میں جفا تُو نے کیا انعام دیا
اس جینے سے موت بھلی مرنے کی مانگوں گی دُعا
میں نے کیسا پیار کیا تُو نے کیا کیا درد دیا
جی کے میں نے دیکھ لیا جینے کی مانگو نہ دعا
اُلفت میں ناکام رہی بد ہوں میں تُو نیک بنا

☆ ﴿ ۱۳ ﴾ ☆

آبلے پڑے پاؤں پہ نہ چارہ گر سمجھا ہجرتوں کے غم کو سمجھا تو نامہ بر سمجھا
کیوں مُسافرت کا منزل علاج بن جائے فاصلے کے جب بھی طے نہ دیدہ ور سمجھا
حُسن کے خدا نے عاشق کا دل نہیں پرکھا احترامِ عاشق کو حُسن کا ثمر سمجھا
ہجر و عشق کی باتیں اور بھی ستائیں گی نقشِ دل بچل کے بس کے کہا ہُنر سمجھا
بعد ہجرتوں کے کس نے سکون پایا ہے اجنبی ہو کے اپنی جاں سے دربدر سمجھا
نفرتوں کے غصے کو پیار میں بدلتا کیا بدگُماں محبت میری نہ رات بھر سمجھا
جھومتی گھٹا نے گایا بہار کا نغمہ دل شکن نے اپنی تعظیم کا گجر سمجھا

☆ ۱۴ ☆

مہک اُٹھی فضا دیارِ نور کا سماں لیے　　کہ تھامنا گرا ابھی تصورِ بتاں لیے

یہ رنگ و روپ کونپلوں کے دیکھنا ز آفریں　　سدا بہار پنکھڑی چلی بدن کہاں لیے

یہ لڑکھڑا رہیں یہ کیف کے یہ مرحلے　　یہ دیکھ کے وہ مسکرا لبوں پہ لالیاں لیے

قرار ہو بہار ہو گداز ہو شرر بھی ہو　　متاعِ بے بہا حیاتِ نو کا ہو گماں لیے

وقارِ حسن لاکھ عاشقوں سے تُو نظر بچا　　چُھپے گی ہم سے تُو کہاں فریب کی دکاں لیے

ترا جمالِ دلنشیں سبب بنے سرور کا　　خفا نہ ہو نہ دور ہو شباب میزباں لیے

نظر تری نشاط آفریں شراب زعفراں　　قریب آ بھی جا کرم کا آج سائباں لیے

☆ ۱۵ ☆

سفر آگہی کا تشنگی عاشقانہ　　یہ مقصود منزل کا ہے مخلصانہ

ابھی سے بھٹک کر کہاں جا رہے ہو　　مجھے راستوں نے کہا مخلصانہ

ذرا دیر کرتے ذرا سوچ لیتے　　اکیلے اکیلے کہاں ہو روانہ

کسی ہم سفر کا اگر ساتھ ہوتا　　زمانے کا مخلص نہ بنتے نشانہ

اکیلے سفر سے یہ ظاہر کیا ہے　　کہ محبوب پائی خودی فی زمانہ

جہاں پہ فرشتے نہ ہوں عالمانہ　　وہ میرا ہو ابہام کیوں کر ٹھکانہ

سفر کے بہانے یہ پائی ہے منزل　　جو منزل پہ پہنچا بنا میں نشانہ

☆ ۱۶ ☆

فکرِ بشر کے تضادات عیاں زیرِ باد　　وقت کو بدلو بدل ذہن تماشہ فساد

تشنہ لبی مفلسی درد دیا بے حساب　　کام عداوت ترا چھین لیا اعتماد

تُم جو خدا ترس تھے پھر یہ دیا کیوں فریب　　نُجل وہ دیا نامرادوں نے کیا خوب یاد

☆ ﴿ ۱۶ ﴾ ☆

سود بڑھایا نہ کر ہوش رہا بے شمار　　شرب نہ کر خوں مرا شرم کرو بامراد
تم نے جفا کش کو یوں پیار سے لوٹا امیر　　سرخ لہو چٹ ہوا زرد ہوا اعتقاد
دین ترا یا مرا کس نے کہا ہے عجیب　　کیوں نہ کہوں کر غریبوں کے لیے اجتہاد
عزم یہ ہو سُورگاں غرقِ تجارت سماج　　ختم کریں راج سودی کہ ہے سب کا مفاد
کام مواقع کریں عام مُساوات رنگ　　فکر معاشی ہراساں نہ کرے نامراد
تجربہ تقسیر کا میں نے کیا خون بار　　کھل کے کہا کارخانے ہیں مری جائداد
بات شراکت کی کی قتل ہو ابھر غریب　　خوف زدہ کر دیا تا کہ نہ ہوں کم مفاد
فرض حفاظت محافظ پہ ہوئی رکھو یاد　　گر ہو وطن دوست دوستو یہ خوشی ہے جہاد

☆ ﴿ ۱۷ ﴾ ☆

قدامت پسند دیکھ حقائق مآل دیکھ　　گراں بار زیست دیکھ مصائب وبال دیکھ
ثنا گو جدید فکر کاہوں دیکھ بحث چھوڑ　　کہا مان لے مرا محبت کا کمال دیکھ
جو ہدام خوب ہوں یہ فضیلت ہے تا حیات　　خیالات لازوال نُخی عرضِ حال دیکھ
ہمیں اشک بار دیکھ حقارت مزاج دیکھ　　انا کا جمال دیکھ معاشی قِتال دیکھ
مجھے بے مقام دیکھ مجھے نیم جان دیکھ　　برادر مثال غیر ذلالت ملال دیکھ
شغب کا ف لام وصف نہیں چھوڑ قیل قال　　مہا بھاگ گھاگ مد مقابل مثال دیکھ
گریزاں کلام دیکھ بلاغت نظام دیکھ　　مرا ہر بیان دیکھ بصیرت خیال دیکھ
گماں نا تمام چھوڑ ضرر تقلِ عام چھوڑ　　عذر آج کل یہ چھوڑ نیا گوشال دیکھ
مخاطب جواب کیا ہے ترے پاس کچھ تو بول　　سما چار دیکھ بحال دلائل سوال دیکھ
جوابات اعتراض مثالیں تراش لور　　مقالات زور دار نہیں تو نہال دیکھ

☆ ﴿ ۱۷ ﴾ ☆

چھپائے رکھوں گا زخمِ زباں دل کا دردناک — معالجِ خراشِ دل پہ نمک اور ڈال دیکھ
اگر لا علاج چوٹ نہیں تو بتا علاج — دوا نے شفا نہ دی تو بتا پھر مُحال دیکھ
ہوں مرض لادوا نہ سہی خوش بیان دیکھ — جرائم تضاد ظلم گُھٹن اشتعال دیکھ
سماجی برابری کے سوا بے اثر علاج — مُساوات کے بغیر معیشت کا حال دیکھ
فسانے یا احتساب کے ہیں سبز باغ خواب — مسائل کا حل جناب نہیں ہے یہ چال دیکھ
مجھے مصلحت عجیب لگے طمطراق دیکھ — تدابیرِ انقلاب تدبّر بحال دیکھ
خوشامد مصالحت کے لیے جب نہیں قبول — ارے اشتیاق جذبہ کھرا بے مثال دیکھ
کہاں ہے کشتی کہاں پہ خفا کش یہ فاقہ مست — جو ممکن نہیں یہاں پہ سوا گول مال دیکھ
نظر ذوق شوق دیکھ محبت مراد دیکھ — ہوا خستہ حال دیکھ مگر باکمال دیکھ
خیاباں خمار فصلِ بہاری پہ اے نثار — کبھی تو جفاکشوں کے دلوں کا جمال دیکھ
خزاں میں بہار اور بہاروں کے کام دیکھ — نظارے لہو لُہان رُتوں کے جلال دیکھ

☆ ﴿ ۱۸ ﴾ ☆

آمد تری پہ رقص کرے ساقیا صبا — سورج کی ہے کرن یہ معطر بدن ترا
دیکھی نہ تجھی یہ چاند نے روشن جھلک تری — عاشق ہوا چکور ترا چاند جل گیا
غش کھا کے چاند ماند ہوا دیکھ کر تجھے — شب تاب تاب لا نہ سکا جھلملا اٹھا
ناخن ترے سفید مجھے یاسمن لگے — گردن تری طویل ہے ساغر شراب کا
ہنس ہنس کے یوں نہ ٹال کہ معلوم ہے مجھے — وعدے ترے فریب تسلی تری ریا
دیکھی جو پُر فریب ادا ہوش اڑ گئے — گیسو یہ پھر جھٹک کے کہو نامراد جا
ہرگز نہ دل کا راز بتا کچھ تو مُسکرا — محبوب پُر وقار نظر سے نظر ملا

۱۸

ہم بے زبان لوگ ہماری بساط کیا ۔۔۔ آنکھیں نہ ہم سے آپ چرائیں نہ ہوں خفا

دیکھا ہے جب سے جانِ جہاں تجھ کو، ز دے ۔۔۔ ہیجان بیقرار کرے کیا کروں بتا

بن ٹھن کے آئے پری تو کہاں کو ہے چل پڑی ۔۔۔ ہر شخص محوِ دید ملا بے خبر کھڑا

رخسار گُل انار ترے بھولپن ترا ۔۔۔ آنکھیں تری یہ جسم حسیں خواب سا لگا

نوخیز شوخ پھول ہے کیوں دور تو کھڑا ۔۔۔ دلبر سدا بہار ذرا تو قریب آ

دعوت نہ اور دے نہ مجھے اشتعال دے ۔۔۔ کیسی لگی غزل یہ بتا اب تو مان جا

مرضی ہے مر سکوں یہ گوارا نہیں اگر ۔۔۔ مرضی ہے جی سکوں یہ عنایت تو کر ذرا

فطرت کا لطف اور بڑھا دیکھ کر تجھے ۔۔۔ تخلیق کر کے تجھ کو خدا کیوں نہ چومتا؟

لب چومنے کی مجھ کو اجازت کبھی تو دو ۔۔۔ بوتل نئی شراب پرانی لگیں نشا

پتھر کے ہو صنم یہ کہوں کیوں نہ اے بلم ۔۔۔ لاکھوں کے جتن جو تجھے آزما لیا

نکھرا ہوا یہ حسن ترا بے مثال ہے ۔۔۔ فانوس روشنی کے لیے سرنگوں ملا

حاصل ہوا وصال یہ حسرت رہی مگر ۔۔۔ جی بھر کے دیکھ لوں یہ تمنا رہی سدا

صورت مری نہ دیکھ ذرا دیکھ شوق کو ۔۔۔ شاعر کا کام دیکھ ہنر دیکھ پیار کا

رنگت تری شفاف مجھے بھا گئی بہت ۔۔۔ جذباتیت لطیف ہوئی لطف آ گیا

پیکر مرے کا سایہ بھی دشمن ہوا مرا ۔۔۔ پوچھا سبب ہے کیا تو ترا نام لے دیا

ہم خوش خیال ہیں یہ خرد کا جمال ہے ۔۔۔ میں نے تجھے حسیں سے حسیں تر بنا دیا

تُو خوب رُو نہیں یہ ہمارا کمال ہے ۔۔۔ اتنا نہیں غرور بھلا ہم سفر ترا

خالق نے جان کر ہی تراشا ہے یوں تجھے ۔۔۔ مقصود تھا ظہور اُسے زور دار سا

پھیکا پڑے جو رنگِ حنا ہاتھ پر ترے ۔۔۔ حاضر مرا ہے خونِ جگر شوق سے لگا

اُٹھتا ہوا شباب غضب ناک آگ ہے ۔۔۔ لبریز ہو چکی ہے جوانی تری پیا

☆ ۱۸ ☆

بھر پور زندگی ہو تری جب تک جیو   پُر کیف رنگ و بو ہو مبارک تجھے سدا

☆ ۱۹ ☆

جب سے صنم لُوٹ لیا چین طرب   چشم ہے نم دم ہے گراں جان بلب
تم سے ستم گر کی رفاقت کے لیے   موت ہے منظور ہمیں یار عجب
ضبط کیا چاک گریباں نہ کیا   تیرے لیے کیا نہ کیا حسبِ طلب
میری وفا کا نہ لیا تم نے اثر   خود ہی بتا کیوں ہے خفا یار عجب
ہوش میں آیت چلی رات بہت   ایک سحر اور ہوئی دید طلب
لائے کہاں سے یہ ادائیں یہ نظر   زلف گھٹا حُسن خفا غیظ و غضب
پیار نہ دو نزد رہو ساز بکف   دید ملے چین ملے حسبِ طلب
مست ہوئی باد فضا ساز بجا   گیت سنا جُھوم اُٹھے بزمِ ادب
ساز کی لے اور بڑھا خوف نہ کھا   اور پلا اور پلا بنتِ عنب

☆ ۲۰ ☆

خود کلامی ہے زمانے کے لیے   دردِ امروز بڑھانے کے لیے
عزتِ نفس خرابی ہی سہی   حسِ تحریک جگانے کے لیے
ایک سا ذہن بنانے کے لیے   نیند سے ہوش میں لانے کے لیے
نسلِ انساں کو بچانے کے لیے   آزمائش ہے زمانے کے لیے
زندگی تلخ سہی زہر نہیں   لذتِ ذات اُٹھانے کے لیے
کچھ نہیں گرچہ خطا میری مگر   ہوں خطا وار زمانے کے لیے
سامنے موت پکارے ہے ہمیں   روبرو پنجہ لڑانے کے لیے

☆ ﴿ ۴۰ ﴾ ☆

کون تیار ہے جانے کے لیے — گریہ زاری سے بچانے کے لیے

علم طبقات نئی بات ہوئی — پے بہ پے ظلم مٹانے کے لیے

نارسائی کا ثمر بار عمل — ایک آفت ہے زمانے کے لیے

سو چکے خوب کہ اب جلد اُٹھو — اپنی قسمت کو بنانے کے لیے

استقامت کا دیا جلتا رہے — وقت سے آنکھ ملانے کے لیے

معرکے سخت کڑے ہم نے لڑے — آگ نفرت کی بجھانے کے لیے

حل طلب حل وہ مسائل نہ کرے — وسعتِ جبر بڑھانے کے لیے

رتجگے کاٹ رہا ہوں کہ مری — دور منزل ہے لبھانے کے لیے

شان و شوکت کے فسانے نہ سنا — حسرتیں اور بڑھانے کے لیے

بے پرتی کا سبب رنگِ طرب — حسِ غم کو ہے گھٹانے کے لیے

سر قلم ہونے کی کیا فکر کریں — جب چلے یار منانے کے لیے

طے مسافت نہ ہوئی یاد رکھو — موت ہے موت منانے کے لیے

مستقل عزم یہ ہو جنگ نہ ہو — جنگ بازوں کو سدھانے کے لیے

آبرو ساز سیاست سے کرو — پیار کو عام زمانے کے لیے

عصرِ حاضر کے تقاضوں کو نبھا — ذوقِ قوم بچانے کے لیے

جانتا ہوں کہ حقارت سے مجھے — تم نے ٹھانا ہے گرانے کے لیے

گالیاں زور سے دو اور مجھے — حکم حاکم کا سنانے کے لیے

سرنگوں طوقِ غلامی نے کیا — حوصلے پست بنانے کے لیے

جان پیاری ہے مگر کچھ بھی نہیں — خستہ دیوار گرانے کے لیے

کیوں نہ حالات کے ممنون رہیں — درد کی شام منانے کے لیے

جو تشدد ہے بھی جیل سہی　　جذب ناموس بچانے کے لیے
ارتقاء رُک نہ سکے گا یہ کبھی　　لاکھ روکو جو ہنسانے کے لیے
حالِ دل بھی نہ سُنیں پھر یہ کریں　　تھپتھپا دیں ہیں سُلانے کے لیے
خوب مصروف ملے دوست مجھے　　حالِ دل اپنا سنانے کے لیے
جی تو بھرتا ہی نہیں دھن سے ترا　　حرص کی آگ بجھانے کے لیے
نوحہ گر موت ملی اور کہا　　امن لازم ہے زمانے کے لیے
شاعرو زور بیاں صرف کرو　　کش مکش زر کی مٹانے کے لیے
لطفِ تحقیق سے ثابت یہ ہوا　　علم دولت ہے لُٹانے کے لیے
ہے فنا رِزِ عمل جس کا بقا　　رازِ ہستی کو بچانے کے لیے
مجھ پہ الزام سدا تلخ لگے　　سخت ہر جرم بتانے کے لیے
شب گزاری کے لیے آس نہ دو　　یاس کافی ہے سُلانے کے لیے
دل لگانے کے لیے ساز دیا　　غم دیا کرب بڑھانے کے لیے
خاک ہوئے ہم تو عیاں ذات ہوئی　　خود نمائی ہے سیانے کے لیے
جان کر ہم سے خفا خوش رہے　　ہر کیا ظلم چُھپانے کے لیے
پال کر ناگ رفیقوں نے کہا　　خوں ترا کم ہے پلانے کے لیے
کاہلی چھوڑ محن کر بہ رضا　　زیست آسان بنانے کے لیے
کب رہے کم یہ وسائل جو نہ تھے　　بھوک کو جگ سے مٹانے کے لیے
داد کے پھول نچھاور نہ کرے　　اپنا احساس دلانے کے لیے
دل نوازی نہ سہی رُک ہی سہی　　اک تعلّق کو نبھانے کے لیے
باغ میں پھول کھلیں شام ڈھلے　　زخم دل یاد دلانے کے لیے

☆ ۲۱ ☆

کہنے لگے مخزون نرالے ہم پہ لکھو مضمون نرالے
میر مظفر قیس بلاکو چرب زباں مجنون نرالے
جن کی نظر محدود بہت ہے رات ملے باتون نرالے
جھک نہ سکا نمرود کے آگے کہتے رہے مطعون نرالے
ہم کو کرو تحقیق سے ثابت لوگ کہیں مامون نرالے
سب کا تشخص خوب عیاں ہو کچھ کو بنا بارون نرالے
طرز بیاں تخلیق ہو ثابت شعر ہیں بوقلمون نرالے
مست ملے شداد بھی سن کر حُسن بیاں مضمون نرالے
جان چکا جب سب کے مقاصد دل پہ پڑے شب خون نرالے
گو کہ مری تعریف بہت کی ہم نہ ہوئے ممنون نرالے
تخت نشیں فرعون بھی آیا جھک کے ملے مطعون نرالے
غیر مُساوی سوچ تھی سب کی وقت کے افلاطون نرالے
خود کو کہیں سُقراط کا ثانی لوگ وہی فطون نرالے
شعر کا فن افکار سُخن ور بیچ چکے مخزون نرالے
جب سے ہوئے مقبول ارسطو روز سنوں مضمون نرالے
علم قیاسی جھوٹ ہے شیوہ طنز کریں قارون نرالے
علم پہ اُن کو ناز ہے جن کے چال چلن قانون نرالے
زر کے پُجاری نام کے بھوکے آن ملے مفتون نرالے
سن کے مرا انکار خفا ہیں عرش نشیں قارون نرالے
فکر و نظر احساس کی خاطر دل کے کئے ہیں خون نرالے

کیفِ نظر کا لطف سنا تو چونک پڑے باتون نرالے

☆ ﴿ ۲۲ ﴾ ☆

تم سے بچھڑ کر ہی میں، خود سے گریزاں ہوا — دیکھ لیا کر مرا، چاک گریباں ہوا

اصل میں مخبر ترا، پیار کا قاصد بنا — درد مرا جان کے، رو کے مہرباں ہوا

مان بھی جایا کرو، جان نہ روٹھو ابھی — شب کی ملاقات کا، دن میں چراغاں ہوا

غرض سے پاداش کی، بن کے عدو اجنبی — ساتھ ترے آ گیا، آ کے ہراساں ہوا

تُو ہے پری حُسن کی، چاند طلسمات کا — دیکھ کے مکھڑا ترا، عشق میں گرداں ہوا

ہم سے عداوت بھی ہے پیار بھی کرتے ہو تم — دیکھ کے تیور ترے، میں نہ ہراساں ہوا

حُسنِ مُجسم ہے تو، شوخ ادائیں تری — ایک نظر دیکھ کے، پھُول بھی حیراں ہوا

دھوپ چمکنے سے ہی، روپ نکھرتا ہی ہے — پیار کے سورج کا بھی، تُو نہ قدرداں ہوا

بعد گواہی کے بھی، خود کی نفی کیوں نہ کی — ہجر نے ثابت کیا، وصل نہ آساں ہوا

رازِ مُساوات کا، کھول دیا عدل نے — فرق سے طبقات کے، رزق نہ یکساں ہوا

رَسمِ محبت سے ہی، چھوٹ غلامی گئی — بھوک کے ہاتھوں مرا، قتل نہ ایماں ہوا

آنکھ شرابی تری، گال گلابی ترے — پھُول بھی شرما گئے، رند غزل خواں ہوا

خاک بسر لوگ ہیں، ہم کو بھلا کیا خبر — رات گزاری کہاں، کس پہ مہرباں ہوا

کون نہیں جانتا، پیار میں دل ہار کے — زلف پریشاں کئے، کون سُخن داں ہوا

سوچ عجب میں عجب، عشق بھی میرا عجب — عمر کے کس موڑ پر، پیار کا عنواں ہوا

بیت گئی زندگی، آگ کا دریا ہی تھی — پار اترا مرا، موت کا ساماں ہوا

ہم جو ہوئے بے وفا، کون وفادار ہے — عشق میں میرے سوا، کون نمایاں ہوا

☆ ﴿ ۲۳ ﴾ ☆

مُعطّل عقل کی تخلیق کا حاصل خرابی ہے
کروں تحقیق سے ثابت یہ کیا شامل خرابی ہے

مصائب کو بیاں کرنا شعوری طور پہ میرا
یہی میری خطا ہے کیا یہی فاضل خرابی ہے

مری قسمت لکھی کس نے مجھے بتلا نہ الجھاؤ
بدل کیونکر نہیں سکتی بجز حامل خرابی ہے

کرم کر حکمراں مفلس یہاں کا تنگ ہے داماں
سکت جب مستقل گھٹتی رہے واصل خرابی ہے

نہیں کرتے سعی بڑھنے جھپٹنے کی جفاکش ہم
یہی تیری ہماری بھی بڑی کامل خرابی ہے

بیاں کرنا فصاحت سے صراحت سے خرابی کو
عمل مثبت نہیں ہے تو یہی نائل خرابی ہے

سماعت وجد لائے گی اگر سنتے رہو گے شل
بھلائی سے تجھے بیزار کیوں قاتل خرابی ہے

مراسم کی نئی تحریک سے مقصود ہے اتنا
ہمیں آزاد ہونا ہے کہاں داخل خرابی ہے

نئی لایا جبیں سجدے نئے ہیں ذوق بھی عمدہ
خدائی کے لیے مضموں ہوئے نازل خرابی ہے

جہالت کو بھگانا ہے ہمیں ہر حال میں ہمدم
کشاکش کے شراکت کے رہیں قائل خرابی ہے

غلامی کو سمجھ اپنی جگائے جا چکے ہیں ہم
نتائج پہ نظر رکھو جو ہو عادل خرابی ہے

یہ بے جا آئیں میں اپنے رواجوں کے مخالف ہیں
نہیں آئیں میں جن کے کریں زائل خرابی ہے

غریبوں کی معاشی استطاعت کو بڑھائیں گے
ترقی کر دکھائیں گے یہی جاہل خرابی ہے

جسے تحلیلِ نفسی سے نہیں فرصت کرے گا کیا
سمجھ کے کیا وہ سمجھائے یہ کیا حائل خرابی ہے

اگر محفوظ مستقبل ہمیں ہی کر دکھانا ہے
کریں تسلیم آفاقی نظر باطل خرابی ہے

سخن بر تشنگی میری سمجھتے ہو سمجھ کر بھی
کہو مجھ سے نظر سائل نہیں مائل خرابی ہے

مقدس بار حرفوں کا یہ لفظوں کے جڑے ہیرے
محبت سے پرونا ہی مری کامل خرابی ہے

☆ ﴿ ۲۴ ﴾ ☆

تیرے دیدار پہ پابندی اگر ہے
شرارت خیر کی بھی ہو پُر خطر ہے

ترا تکرار خوشبو اقرار کی ہے — لگے انکار الفت جیسے ہُنر ہے
نہ گھبرایوں نہ کترا ہم سے فسوں گر — یہ مجبوری ہے لا حاصل جس قدر ہے
صحافت کام ہے سچائی کو لکھنا — بیاں کرنا حقائق کو بے خطر ہے
یہ آزادی نہیں ہے بے عقل ظالم — تری تعریف لکھوں تو خوب تر ہے
دیانت کچھ نہیں دیتی جانتا ہوں — کہ سچائی زمانے پہ نوحہ گر ہے
تنزل بیچنے کو شاعر چلا ہے — زمانے میں یہ کیسا زیرو زبر ہے
ہوئی حاصل کرپشن سے کار کوٹھی — یہ کیوں لیڈر معزز ہے چارہ گر ہے؟
ضوابط سخت ہیں تو پھر کیا ہوا جاں — مجھے ابرآم کہتے ہیں مختصر ہے
مجھے حق تلفیوں کا غم ہے بجا ہے — تجھے کیا ہو گیا ہے کیوں چشم تر ہے
اگر بے حد حسیں ہو تو پھر بتاؤ — یہ بن ٹھن کے پھرو ہو کیوں کیا کسر ہے
مرا برباد دل کر کے سوچ کچھ تو — یہ بربادی ہے کس کی کس کا یہ گھر ہے
قیامت کی حقیقت رضوان جانے — ہمیں تو بس ترے کوچے کی خبر ہے
چلیں آؤ کسی وادی کی طرف ہی — پسینے سے بدن سارا تر بتر ہے
پہاڑوں پہ ہوا ہو گی برف ہو گی — بہت ہی لطف آئے گا حس اگر ہے
مناظر دیکھتے ہی ایسا لگے گا — کہ فطرت بے سکونی سے بے خبر ہے
نظر انداز کر کے یوں چل پڑے ہو — شبستاں کی پری کا جیسے گزر ہے
یقیں میری محبت پہ کیوں نہیں ہے — بتا آخر کی کیا ہے کس کا ڈر ہے
مرے دل کا سکوں ہو پھولوں کی رانی — تجھی سے پیار کرتا ہوں کیا خبر ہے؟
ارے سرمست مجھ کو محبوب ہے تُو — ابھی لے آزما لو حاضر یہ سر ہے
شب اُمید کی کیا کیا رونقیں ہیں — منور ہے جہاں رقصاں دل نظر ہے

☆ ﴿ ۲۵ ﴾ ☆

ستانے سے کسی کا پیار پایا ہو ستا لے شوق سے گر لطف آیا ہو
وفا کی آڑ میں کی بے وفائی ہو تَعلُّق خاص اوروں سے بڑھایا ہو
نہ شکوے ہوں شکایت بھی نہ ہو دل میں تجھے دستورِ الفت جب سنایا ہو
جدائی عشق میں منظور کر لی ہو یہی مفہوم الفت کا بتایا ہو
زمانے کا نہ ڈر ہو خوف ذاتی ہو شعوری خول میں خود کو چُھپایا ہو
تجھے معلوم یوں مادی تقاضے ہیں تَعلُّق پیار کا جیسے نبھایا ہو
طلسماتی تکلّم سے محبت تک اداکاروں نے جیسے آزمایا ہو
ترے اقرارِ الفت سے لگا ایسے کُھلی آنکھیں رہیں پر خواب آیا ہو
مری ناکامیاں ظاہر یہ کرتی ہیں نہیں اُن کو وہ میں جس کو سِدھایا ہو
ہوا سرشار میں جادو بیانی سے سُریلا گیت جیسے گُنگُنایا ہو
مجھے اپنے زمانے یاد آتے ہیں یہ ممکن ہے رقیبوں نے بتایا ہو
بہت ہی خوبصورت رات ہو گی وہ مرے خوابوں نے جب تجھ کو جگایا ہو
ہمیں آتی نہیں جب چاپلوسی بھی کسی نے پاس اپنے کیوں بلایا ہو
نہ کر افسوس مُرجھائے ہوئے دل کا کبھی گُلدان میں جس کو سجایا ہو
ہواؤں سے بگاڑو پھر تَعلُّق کو سُلگتی آگ ہو گھر کو جلایا ہو

☆ ﴿ ۲۶ ﴾ ☆

چاند نکلا ہے چھٹی ہے تیرگی چاند کو بھی چاندنی کی ہے خوشی
آسماں نکھرا زمیں بھی سج گئی چاند چمکا ہے تو چمکی زندگی
سردیوں کی رات نیلے ریت کے دیکھتے ہی چھا گئی ہے رنگینی

☆ ﴿ ۲۶ ﴾ ☆

برف کی چادر پہاڑوں پر پڑی — دھوپ جیسے نُرمئی لگنے لگی
کشتیاں دریا کنارے آ لگیں — حسرتوں کی طے مسافت ہو گئی
مل گئی منزل مسافر خوش ہوئے — کِھل اُٹھے دل کے شگوفے داخلی
جھیل میں ہے عکس رقصاں چاند کا — مچھلیاں بھی ناچتی ہیں لاڈلی
ناچتے ہیں چونچ ڈالے چونچ میں — جھوم کر گائیں پرندے زیرِ لبی
رُخ ہوا نے رُخ بدلنا تھا کہ پھر — لو کھڑائے پیڑ شاخیں پھول بھی
بج اُٹھیں پتّے درختوں کے ہرے — جب نشیلی یوں ہوا ہو چل رہی
جگمگاتے کھیت خوشبو چھوڑتے — نیم خوابیدہ مناظر ہیں ابھی
خون کی حدّت سے پیدا ہو گئے — نوجوانی کے تقاضے اجنبی
گنگنائے گیت دریا پیار کا — چھیڑ لو تم سازِ دل پر راگنی
در کھلے چاہتوں کے وا ہوئے — بانچے جذبات نے کی سرکشی
فطرتی ماحول کی آغوش میں — بڑھ گئی دل جاں جگر کی تازگی
ہے کھنکتی چوڑیوں کی تال یہ — کر رہی ہے جب فضا بھی شاعری
جس طرف دیکھوں یہ لگتا ہے مجھے — جاگ اُٹھی ہے طلسماتی پری

☆ ﴿ ۲۷ ﴾ ☆

کٹھن سفر کے بعد بھی سفر پہ جاں نثار ہے — سفر میں اب کے ساتھ ساتھ منزلوں کا پیار ہے
شعورِ عصرِ نو کی روشنی کو دیکھتا نہیں — سمجھ میں آئے کیا کہ کیوں فریب ناگوار ہے
نہ رو سکا نہ مر سکا تو یوں کیا کہ جی رہا — وہ مرض اک عذاب تھا یہ مصلحت حصار ہے
نہ انھیں فریب ہیں نہ دشمنی ثواب ہے — کیا کرو کبھی سے پیار پیار اعتبار ہے

عداوتوں کے باوجود باثنا محبتیں — جدید نظریات کی سرشت میں شمار ہے

ضرورتوں کی بھینٹ چڑھ رہی ہے غیرتِ بشر — غیور کا جوان جسم بھوک کا شکار ہے

منافقت سے بے نیاز ہر انا پرست ہے — مفاد میں بشر کے جس کی جان تک نثار ہے

یہ دور غیر منطقی سیاسیات کا نہیں — عوام کا ابھی عوام پہ ہی انحصار ہے

تجارتی اصول پہ حصولِ اقتدار سے — وطن میں بھی عوام لیڈرو! کرائے دار ہے

کفالتی سہولتوں کا بار دیکھ لیجیے — غریب آج بھی چکا کے قرض قرض دار ہے

غریب کی شریف بیٹیاں قبول جو نہیں — وہ آج داغ داغ ہیں نصیب شرم سار ہے

تجارتی معارکت کا ارتکاب دیکھ کر — حریص ہی حریص زندگی کا پیش کار ہے

عوام خود فریبیوں میں مبتلا ہے اس قدر — نہیں سمجھ سکی کہ کیوں ضمیر سوگوار ہے

ثقافتوں کی خود پرست نفسیات کے سبب — یہ دور باہمی رقابتوں کی یادگار ہے

ملی بھگت سے اقتدار کے حصول کے سبب — عوام کا شعور لیڈروں کا زیر بار ہے

جفا کشوں کی قوتِ خرید کم سے کم ہوئی — حصولِ زر تجارتی اصول برقرار ہے

کلی کی ہر چٹک میں ہے نیا سماں نئی خبر — خبر سے بے خبر سمجھ یہ کیا اُٹھی پکار ہے

شکستِ دل خلوص کا بہت بڑا ثبوت ہے — یہ بندگی کی ہے دلیل زندگی سے پیار ہے

تجارتی مقابلوں کی ساز باز کے سبب — غریب کے لہو پہ تاجروں کا انحصار ہے

کدورتیں سعوبتیں ملیں سدا اذیتیں — طلب مزید بڑھ گئی ملا مجھے قرار ہے

نئے فنون کے نئے پیام سے نہ خوف کھا — یہ ہر جہت سے خوب تر بقا کا راز ہے

☆ ﴿ ۲۸ ﴾ ☆

ہم نوائے بہار ہیں — سازشوں کا شکار ہیں

مانگ اپنی جدید ہے — ہم ہی جدت شعار ہیں

سوچ ہیں کردگار کی — خلق کی ہم پکار ہیں

درد سے ہم عوام کے آج بھی استوار ہیں
ٹیکس کے بوجھ کے تلے دب کے بھی خوشگوار ہیں
علم کی کائنات کے تخت کے تاجدار ہیں
گرچہ نسلی تضاد سے جنگجو! سوگوار ہیں
مفلسی سے نجات کو ضامنِ روزگار ہیں
کیا یہ نسلی صفات ہیں امن کے ذمہ دار ہیں
جاں نثارو! سلام ہو آج ہم بے شمار ہیں
آگہی کے ڈکیت سے آج بھی ہوشیار ہیں
مذہبی نفرتیں جنوں دیکھ کر بے قرار ہیں
فرقہ واری نہیں نہیں ہم تو یاروں کے یار ہیں
ہم لسانی حقوق کا ایک حل ہیں نثار ہیں
عام کر دو شعور یہ ووٹ کے حق دار ہیں
ہم ریاست کا سائباں انتظامی نکھار ہیں
جنگ کے ہم خلاف ہیں عالمی امن کار ہیں
آج کی نفرتوں سے ہم ساتھیو شرمسار ہیں
ہم سیاست شناس ہیں دائمی یادگار ہیں
ہم سفارت کا ہیں بھرم ملکوں کا نکھار ہیں
فصلِ گُل کی رُتوں کے ہم رنگ ہیں ہم کنار ہیں
چاند تارے ہیں مانتے آفتابی نگار ہیں
ہم ثقافت کی جان ہیں ذائقوں کی پھوار ہیں
ہم عوامی سکول سے پڑھ کے بے روزگار ہیں

اقتصادی فساد میں ہم صدائے قرار ہیں

ہو مبارک جفاکشو آج بااختیار ہیں

ہم صحافت کے محسن منتظم ساز گار ہیں

نظریاتی نوید ہیں سُرخیوں کا مدار ہیں

ہم نمو ہیں خون کی عطر ہیں مشکبار ہیں

ضبط کی انتہا یہ ہے وقت کے بردبار ہیں

خون کی لاش پہ کھڑے ہم ترے شہردار ہیں

ہم حقائق پرست ہیں علم کی نو بہار ہیں

ہم خلاؤں کا راز ہیں کائناتی حصار ہیں

خون اپنا بھی سُرخ ہے ہم ترے رشتے دار ہیں

پوچھ اپنے ضمیر سے کیا ہمارے بچار ہیں

نسلِ انساں کی ہیں بقا زیست کا اعتبار ہیں

بے ضمیروں کے شہر میں ظرف کے پیش کار ہیں

عزتِ نفس ہم سے ہے ہم سراپا وقار ہیں

عصرِ نو کے مخالفو دیکھ لو برقرار ہیں

☆ ﴿ ۴۹ ﴾ ☆

گئی نہ تھی جو دل پہ چوٹ پیار کا خیال تھا	خودی سے پیار تھا یہ شرمسار کا خیال تھا
یہ جانتے ہیں آپ ناصبوں کے ہم خلاف تھے	وہ کیوں بشر سے پیار تھا سدھار کا خیال تھا
ہمیں خدا کا خوف تھا سماج بھی عزیز تھا	سُدھار کے لیے ہی اقتدار کا خیال تھا
ہمیں ہمارے نظریات جاں سے بھی عزیز تھے	یہ تھی ہماری بھول تاجدار کا خیال تھا
جو تھے زبر تو زیر سے ہی پیار کا خیال تھا	ہمیں مقامِ یار کے حصار کا خیال تھا

☆ ۲۹ ☆

نہ تھی شراب کی طلب ہمیں نہ تھی ثواب کی — ہمیں شعورِ عصر کے نکھار کا خیال تھا
جو ہم اسیرِ فکر تھے تو خواب تھے خیال تھے — برابری سے پیار تھا یہ پیار کا خیال تھا
ہمیں ہمارا عشق یاد ہے تلاشِ امن بھی — نہ داد کی طلب کبھی نہ ہار کا خیال تھا
جہانِ عشق میں جہاں جہاں مرا قیام تھا — مجھے نہ زندگی کے اختصار کا خیال تھا
ضمیر جاگتا جو تھا صداقتوں سے پیار تھا — سماج کے حقوق کا شعار کا خیال تھا
ہمارے نظریات انتشار کے خلاف تھے — جو باہمی رفاقتوں سے پیار کا خیال تھا
جو عشق ناتمام تھا تو عشق سے ہی کام تھا — یہ اور بات دل پہ اختیار کا خیال تھا
ہماری سوچ اصل میں حقیقتوں کا عکس تھی — جو مانتا نہ تھا اُسے فرار کا خیال تھا
یہ ٹھیک ہے مجھے نہ تھا یہ غم کہ میں اسیر ہوں — مگر مجھے حیاتِ مستعار کا خیال تھا
جو خواب تھے نہ کرب ناکیاں نہ انہماک تھا — حسیں مغالطے وفا شعار کا خیال تھا
معاشقوں کا شوق تھا نہ دل لگی کا ذوق تھا — ہمیں تو بس عوام کے وقار کا خیال تھا
وہ زندگی عجیب تھی یہ زندگی عذاب ہے — نہ ہو سکا نصیب جو قرار کا خیال تھا
منافقو! ہمیں رہے گا یاد ساتھ چھوڑ کر — رہے ہماری گھات میں شکار کا خیال تھا
عجیب حادثات تھے عجیب انقلاب تھا — کھلا یہ ایک راز بے شمار کا خیال تھا
کریں بیان کیا فریب خوردگی کے سلسلے — بہار تھی کہاں مگر بہار کا خیال تھا
نہ زندگی مجھے قبول کر سکی نہ عظمتیں — ہوئے یہ عام تذکرے گنوار کا خیال تھا
لٹی مری متاعِ دل ہوا ہوا خیالِ دل — دوامِ امن تھا جو سوگوار کا خیال تھا
مجھے عزیز تھا معاش کا عظیم نظریہ — یہ ایک جرم تھا قصور وار کا خیال تھا
ہماری جنگ ہر نظامِ جبر کے خلاف تھی — نظامِ نو کے دشمنو پہ وار کا خیال تھا
یہ ارتقاء کی داستاں سماج کی تھی داستاں — خطاب تھا غریب سے نزار کا خیال تھا

﴿ ۳۰ ﴾

پیار کیوں کرتی ہو سجیلی بجنور سے
ہے اجازت پوچھوں چھیلی بجنور سے

چوستے ہی رس اڑ پڑے بے وفا کیوں
رمز جانے جائے نویلی بجنور سے

گرد گُل کے کیوں گُنگنائے فریبی
کیا کبھی پوچھا اے سجیلی بجنور سے

کیا حَسیں ہوا جرم ہے یا مُعَمّا
پوچھنی ہے اب کے چھیلی بجنور سے

دیکھ کر رقصاں گرد اپنے بجنور کو
کیوں نہ الجھے بتلا مَیلی بجنور سے

گیت گا کر اُس کے نئے سے نئے تُو
پھر یہ سوچ چھوٹے ہتھیلی بجنور سے

راگ گائے میٹھے سُروں کے بجنور کیوں
آج ہی پوچھوں گی سجیلی بجنور سے

تجھ پہ جو بھی گزرے وہی ہم پہ گزرے
چھوڑ بھی دو ملنا اکیلی بجنور سے

کھوج میں ہوں کیسے بچاؤں سجیلی
باغ اپنا اپنی حویلی بجنور سے

﴿ ۳۱ ﴾

ثابت نہیں کیا کہ ہے انسان دستیاب
بس اور اب فریب نہ وہ صاحب سراب

انسان کا وجود ہی فطرت کا ہے مزاج
انسان کا مزاج ہے فطرت کا اضطراب

تحقیق ارتقائے تمدن نہ کی سپاٹ
عنوان زندگی کو دیا زندگی ہے خواب

میں عصر آفریں کہ ریاست ہے کائنات
دیکھا نہیں جدید سیاست ہے کامیاب

اپنی دلیل آپ مری اقتصادیات
ممکن ضروریات ترقی کا اکتساب

مانا حضور سنگِ گراں ہے غمِ حیات
تسخیر کا نصاب کہوں کیوں نہ میں جناب

میں ذات کے حصار کا قیدی رہا نہ آپ
پہچان کائنات کی ہوں دیکھ انقلاب

میرا وجود آج قوانینِ کائنات
نقاد میں ادیب سُخن ساز انتخاب

میں معتبر عظیم روایات کا امین
بیدار شرف یاب مسائل کا سدِباب

ایثار کا وہاب کہ ہوں ظرف کائنات — تسکین کی شراب خدائی کا ہم رکاب

میں ردِّ انتشار گریزاں فساد خیر — مخلص وفا شعار محبت کا آفتاب

موجد زمانہ ساز تخیل شعور آپ — بے باک خود شناس کہ میں حیرتوں کا باب

میں خود عجائبات خیالات کا ثبات — حالات کا امام فتوحات کی کتاب

عالم کرشمہ ساز خلا باز باکمال — شہکار ہوں لطیف بہادر مرا خطاب

رقّاص بے مثال رباعی رپورتاژ — راگی سدابہار گلوکار میں عقاب

ہوں مستقل مزاج طلسمات کا سُراغ — نقّاش دل نواز دبستانِ آب و تاب

وجدانِ کائنات ظفریاب کار ساز — تخلیق ذی حیات رتن دیپ ہوں گلاب

☆ ﴿ ۳۲ ﴾ ☆

بے نیازی بے رُخی پہ وار کے — سن لیا کر حال شب بیدار کے

اہلِ دل پھر خود نمائی کے لیے — آج دانشور بنے دربار کے

ہم تماشائی نہیں ہیں پیار کے — ہم نے بازی جیت لی دل ہار کے

شہرتوں کی غار کی آغوش میں — روتے ہیں عاشق کھرے افکار کے

عزتیں ان کو ملی ہیں مفت میں — جو بنے چمچے کسی سرکار کے

خود ستائی کی نہ تھی حاجت اگر — عیب ظاہر کیوں ہوئے کردار کے

غور سے انسان کو پڑھنا فقط — جب پڑھو کالم کسی اخبار کے

ہم پہ ہے الزام باغی ہیں اگر — پوچھتے ہو یار کیونکر یار کے

چوٹ کھا کے عشق میں نادم نہ ہو — درد کا احساس کر غم خوار کے

کام جن کا ہے خوشامد شوق سے — آزما لیں حوصلے انکار کے

پھر کسی طوفان کے آثار ہیں — خستہ ہیں حالات جب نادار کے

۳۳

کیوں جا کے مانوں مُغبیں کیوں مغبیں تیری کروں
مانا بہت بے چین ہوں بے چین ہوں ہوتا رہوں

میرے مسائل نے مجھے مصروف اتنا کر دیا
اب پیار کا قرض لے کر لگتا ہے مجھ کو جنوں

میں جانتا ہوں چاہتا ہے تُو نمائش عشق کی
فرصت نہیں جب پیار کرنے کی کروں تو کیا کروں

روٹی ملے گی تو کہیں تکمیل ہو گی شوق کی
تسخیر ہو گا عشق تو فنکار ہو گا ذوقوں

مجبوریوں کے جال میں بھی پھڑ پھڑاؤں اس لیے
کوشش مری ہے قید میں بھی کچھ نہ کچھ کرتا رہوں

جب مفت ساقی مے کسی مے خوار کو ملتی نہیں
پھر مفت مل جائے کسی کو پیار کیوں دل کا سکوں

دیکھا مجھے کیوں رتجگے مزدور کی قسمت میں ہیں
بے کیف گزرے زندگی جب خواب کو میں دور ہوں

قانون جب خاموش ہے انصاف کیسا مفلسو!
اپنا لہو پیتے رہو اس کے سوا میں کیا کہوں

طبقات کی تقسیم ہی محرومیوں کا ہے سبب
میں بیچتا ہوں خون اپنا تا کہ بچے پال لوں

بھر پور جب ہو زندگی آزار کیوں ہو زندگی
انسان کیوں انسان کے ہاتھوں بھلا مجبور ہوں

۳۴

ختم ہونے کو نہیں آتے یہ غم کے فاصلے
خوب صورت الجھنیں بے نام جذبے ولولے

دام میں بیچارگی کے آ گئے کچھ اس طرح
دل کے ہاتھوں کُھل گئے اپنے بھرم کے چٹکلے

آ گئے ہو تو یہ بتلاؤ ہمیں اچھا نہیں
جرم ہم سے کیا ہوا کیا ہے عداوت سانولے

عشق میں دیوانگی ہی راس آئی ہے مجھے
ظلم کی کر انتہا پھر آزما لے حوصلے

ہم سے پوچھو ہم بتائیں جرم اپنا عشق ہے
دل جلے کسی کو دکھائیں جاں میں برپا زلزلے

چھوڑ کر ہم کو تڑپتا پاس جس کے چل پڑے
جانتا ہوں آج کس سے ہیں کرم کے چونچلے

سن رہا ہوں غور سے ہے ضروری عشق میں
جان تیرے نام ہے تو بیچ کر زر تھام لے

خوب صورت تم اگر ہو سادگی بھی حُسن ہے
دیکھ میری سادگی دل بستگی کے فیصلے

☆ ﴿ ۳۴ ﴾ ☆

زندگی کا لطف تیرے دم قدم سے ہے صنم — بے رُخی کو پیار کی سوغات جانیں دل جلے
خوف اپنی موت کا ممکن ہوا ہے ہجر سے — جان لیوا مرض دیکھو بانٹے ہیں مرحلے
چل رہا ہوں پیار کے پُر خار رستوں پر لہو — دیکھ کر رونا نہیں رونے لگیں گے قافلے

☆ ﴿ ۳۵ ﴾ ☆

حسرت نے جب کثرت پائی — کثرت سے ہی قربت پائی
ملنے کی جب بھی کوشش کی — عجلت دیکھی خفت پائی
تیری رسوائی کے ڈر نے — دیکھو کیسی وسعت پائی
جب سے ظالم بھایا تُو ہے — دل نے نادر لذت پائی
جس بھی زخمی دل میں جھانکا — سب میں تیری حسرت پائی

☆ ﴿ ۳۶ ﴾ ☆

متحب ہوا ہوں بیزار زندگی سے میں — بار بار ہارا بے کار زندگی سے میں
عقل سے رقابت انجام بے قراری ہے — تنگ زندگی ہے دو چار زندگی سے میں
میں اذیتوں سے گھبرا کے جی رہا بھی ہوں — آسرا نہ لوں گا مکّار زندگی سے میں
حُسن سے بغاوت کیوں عشق کر نہیں سکتا — سوچ سوچ ہارا ہر بار زندگی سے میں
ماندگی سے اکتا جاؤں نہ کیوں بتا اے دل؟ — موت کیوں نہ مانگوں اِس بار زندگی سے میں؟
بھوک کی چڑیلیں جب حُسن نوچ کھاتی ہیں — حُسن غم زدہ ہے نادار زندگی سے میں
شوق کے سفر کی لمبی مُسافتوں سے بھی — مار کھا چکا ہوں خونخوار زندگی سے میں
نسلِ نو پہاڑوں پر جا بسے نہ چاہوں کیوں؟ — بھاگ کر غلاظت سے عار زندگی سے میں
اقتدار پر بھی جب ٹھوکریں ہی کھاتی ہیں — ہار مانتا ہوں جبّار زندگی سے میں

☆ ﴿ ۳۶ ﴾ ☆

زہر زندگی کا پی لوں گا تلخیوں کو بھی — یوں مروں گا لڑ کے گزار زندگی سے میں
رنجشیں ہزاروں مقروض ہیں ملامت کی — مانگتا رہا یارو پیار زندگی سے میں

☆ ﴿ ۳۷ ﴾ ☆

آرائشِ طرب سے پھر سے سنوار کے دل — ہم آ گئے پلٹ کے زخمی قدم لیے دل
بے خواب زندگی سے مایوس کب ہوئے ہم — جاری رہی ہماری پرواز مان لے دل
آواز سن کے تیری ماحول جھوم اٹھا — تسکینِ ذات کر لی قدرت نے ہار کے دل
پُر جوش خیر مقدم وعدے وہی پرانے — کیسی محبتیں ہیں نالا ہے پیار سے دل
کس پیار سے مخاطب ہے بن کے اجنبی سا — آغاز دشمنی کا انداز دیکھتے دل
سنگیت پُر مسرت چھیڑو نہ ساز پھر سے — دیدار کی خوشی میں بس دیکھ پیار سے دل
دمساز مل گیا ہے اک قدرِ مشترک کا — جب تھک کے بھی نہ بیٹھوں نغمات چھیڑ دے دل
امکان غلطیوں کا بڑھتا رہے نہ کیونکر — جب آدمی تقاضے سمجھا نہ آج کے دل
انسان ہوں خطا کرنا ہے سرشت میری — باوصف اس کمی کے فن کار بن گئے دل
حالات اک ڈگر پر رہتے نہیں کبھی دل — ہارو نہ حوصلے دل ہمت سے کام لے دل
دیکھی مرے بلم کی زلفیں لبوں کی سرخی — مقتل سجا چلا ہے آنکھوں سے چیر کے دل

☆ ﴿ ۳۸ ﴾ ☆

آہوں پہ تجھے اشتعال آئے — گم نام پہ جیسے کمال آئے
بچپن کی محبت بھلائی جائے — ہر بار تجھے کیوں خیال آئے
جب پیار بڑھائیں گی ترغیبیں ہی — کیوں ٹال رہے ہو سوال آئے
ابہامِ سوالات اور فطرت — متضاد سوالوں کے سال آئے

☆ ﴿ ۳۸ ﴾ ☆

ہم خاک نشیں لوگ ہیں زمیں کیا — آکاش کو بھی دیکھ بحال آئے

مفہوم ازل سے ابد کو سمجھو — مادام پہ جب تک زوال آئے

مجبور نگر کی اداسیوں پہ — ہر رات ہزاروں خیال آئے

اے نقشِ تمنا خیال رکھنا — ہم نال انوکھے سوال آئے

خوشبو پہ ہوا کی خفا نہ ہوا — دراصل گُلوں پہ جمال آئے

ناشاد رہوں پہ کروں نہ ظاہر — انجام پہ پھر کیوں ملال آئے

اے بادِ صبا ہم مُسافروں کا — کس وقت نہ جانے خیال آئے

غنچوں کے ذہن سے وہ آگ برسے — درویش کو جیسے جلال آئے

ہم حُسن پرستوں پہ بھی نظر ہو — بھولے سے کبھی گر خیال آئے

☆ ﴿ ۳۹ ﴾ ☆

جام رکھ کر میز پہ نقال بولے رام رام — پی کے مے مے نوش مے کی بو چھپائے رام رام

بھانڈ جیسے دوستی کا دم بھرے بالائے طاق — بھانڈ آخر بھانڈ ہے آنسو بہائے رام رام

لُٹ چکا تو ہوش میں آیا بڑا منصوبہ باز — لاکھ منصوبے بنائے لاف زن نے رام رام

کار آمد علم سے باریکیوں سے انحراف — جی چرائے علم سے جو علم بانٹے رام رام

باتھکا نہیں خوف سے لرزیں قدم بے نوک نوک — شیر دل گیدڑ بتائے نام بائے رام رام

دیکھ تھر کی زمیں رستے کٹھن نازک مزاج — آنکھ پتھرائی ہے کیوں ڈرتا ہے آگے رام رام

ہر قدم پیچھے ہٹائے پہ مچائے روز شور — میری سبقت مان لے تو اے زمانے رام رام

خون چوسے کارکن کا مرغ کھائے کام چور — باہُنر کو بے ہُنر حیوان سمجھے رام رام

مجلس کا کام جونہی ہو گیا رکھنا خیال — رخصتی کے وقت ہر مکار بولے رام رام

☆ ﴿ ۳۹ ﴾ ☆

دیں اپاہج علم طالب علم کو استاد لوگ ۔۔۔ عقل او بجھل جسم بوجھل دیکھ لاشے رام رام
شب معطر دن سہانے امن و سیرت کے بغیر ۔۔۔ کر دکھائیں گے سیاست داں بچارے رام رام
آج سائنسی ترقی کا کہاں پہنچا شعور ۔۔۔ ماسوائے تیز تر اس زندگی کے رام رام
جب بقا کے ارتقائی مرحلے ہیں بے ثبات ۔۔۔ امن لانے کے لیے تم جنگ ہارے رام رام
فوج نے مفلس کیا مفلس ممالک کو تباہ ۔۔۔ نفرتوں نے آج کیا کیا گُل کھلائے رام رام
عقل و دانش ایٹمی ہتھیار کی طاقت کا توڑ ۔۔۔ عصرِ حاضر کے مذاہب کو بتائے رام رام
ارتقاء تحریک کی بھی ترقی کی امام ۔۔۔ صورت و اخلاق دیکھے سر کھجائے رام رام
نرس دے گی جان لیوا قسم کی جب ادویات ۔۔۔ ناتواں پائے شفا بیمار ہو کے رام رام
نرس سے تیمار داری ہسپتالوں میں علاج ۔۔۔ ڈاکٹر سے آس مفلس مفت رکھے رام رام
آج تک ہتھیار بیچے بیچ کر ہتھیار عام ۔۔۔ موت کے سوداگروں نے پھول بھیجے رام رام
امنِ عالم چین کی کھیتی بقا کی ہے نوید ۔۔۔ خوش ملیں سیاس انساں کو لوا کے رام رام
آج ایٹم کی انرجی کے فوائد کے خلاف ۔۔۔ پھر وہ ظالم ظلم کی تحریک لائے رام رام

☆ ﴿ ۴۰ ﴾ ☆

تمنا ہے گھر کو بھکاری بسائے ۔۔۔ عزائم معطّل جواری کمائے
لہو کی کمائی جو گھر لے کے آئے ۔۔۔ بڑی چاہتوں سے دُلاری کھلائے
جہاں سازشوں کا ہو امکان باقی ۔۔۔ وہاں سوچ کر شخص یاری لگائے
نہ کیوں تم حقیقت سے پردے اٹھاؤ ۔۔۔ تری آج ہر راز داری بتائے
کبھی دشت میں مر گئے جان والے ۔۔۔ حفاظت کی خاطر شکاری جو لائے
کبھی کشت و خوں کے نہ چکر چلائے ۔۔۔ حقائق نہ ہم سے پُجاری چھپائے

☆ ﴿ ۴۰ ﴾ ☆

شکاری شکاری کہیں دشت والے — یہ کیوں دشت میں تم کتاری کو لائے
سیاست یہاں کی معیشت یہاں کی — فقط پیٹ بھرنا بھواری بنائے
یہ تکرار داری ہے کیسی ہماری — ہمیں موت سے اشتہاری ڈرائے
رہے گی ہمیں یاد خدمت گذاری — بُلا کے ہمیں زخم کاری لگائے
ہمارے ہی کالم انازی سنائے — ہمیں گُر ہمارے مداری سکھائے
بغاوت کا دستور باغی نے لکھا — مگر نام اپنا گُماری بتائے
بدلتے تقاضے تقاضا کریں ہیں — بشر باہمی غمگساری بڑھائے
ضرورت ہے ایسی کتابوں کی ہم کو — جو حاکم کو بھی خاکساری سکھائے
ضروری ہے جب نسلِ انساں بچانا — نئی فکر ہی ذمہ داری نبھائے
نئی حاجتوں کے نئے جال میں جو — عمل سوچ کا اختیاری بنائے
مصنف نئے کی کہانی پرانی — ملا وقت کب جو گواری سنائے
ترا نامہ بر ہم کو بھولے نہ ہرگز — ملے آئی شب ہوشیاری دکھائے
ہوا تیز میں بھی نہ آنکھیں چرائے — نہ اڑتی ہوئی پھولداری بچائے
کہے تم سے وعدے نبھانے کو آئے — بہادر بنے بردباری دکھائے
کسی اور کو کم ہی ملنے کو جائے — نہ ساتھی بنائے نہ یاری لگائے
حکومت کی طاقت سے ہم کو ڈرائے — بڑے شوق سے صوبے داری جمائے
کھلاڑی جو برباد آرام سے ہو — یہ ثابت ہوا مشق کاری بنائے

☆ ﴿ ۴۱ ﴾ ☆

دشمنی کے نصاب دیکھے ہیں — زندگی بھر عذاب دیکھے ہیں

۴۱

دُشمنوں میں شمار کرتے ہو — کیا مرے انتساب دیکھے ہیں؟

لیڈروں پر یقین مت کرنا — بھیڑیے بے حساب دیکھے ہیں

جرم ہے رزق کے لیے کوشش — کیا نئے انقلاب دیکھے ہیں

بھیک بے روزگار روزی کی — مانگتے اب نواب دیکھے ہیں

مرد لیتے ہوئے بدھائی تک — عورتوں سے جناب دیکھے ہیں

جرم سرزد ہوا غریبوں سے — جب نئے سدّباب دیکھے ہیں

اجنبی آج میرِ محفل ہو — رنگِ محفل جناب دیکھے ہیں

فوج کا قتلِ عام دیکھا ہے — خود پہ برہم عتاب دیکھے ہیں

آبرو اقتدار سے دیکھی — اپنی مٹی خراب دیکھے ہیں

مدّتوں بعد ایک قیدی نے — پھر رہائی کے خواب دیکھے ہیں

دیکھ لو رنگ ریزیاں ان کی — کیا کبھی انتخاب دیکھے ہیں؟

تم ہوئے رنگ ریز گلشن کے — آج ہم نے سَراب دیکھے ہیں

عزّتِ نفس کے لیے حاکم — عزّتوں کے قصاب دیکھے ہیں

بے خبر باخبر ہوئے ظاہر — ایسے بھی لاجواب دیکھے ہیں

اس لیے در پہ دی نہیں دستک — آپ کب دستیاب دیکھے ہیں؟

خاک تکمیل ہو تمنا کی — تم پہ لاکھوں نقاب دیکھے ہیں

بھول کر ہی الٹ دیئے ہوں گے — آج خوش ہمرکاب دیکھے ہیں

باخدا ایک ہی تجلّی سے — تیرے پیچھے گُلاب دیکھے ہیں

بزم آرائیاں سوا تیرے — یوں لگیں دن میں خواب دیکھے ہیں

کاش ملتی شراب پینے کو — آج میں نے سَحاب دیکھے ہیں

☆ ﴿ ۴۱ ﴾ ☆

رابطے اور کیا بڑھاؤں میں راستے سب خراب دیکھے ہیں
خواب خوش دیکھ کر رقیبوں نے طنز کی کیا گُلاب دیکھے ہیں؟
ہم سفر رعب داب کیا دیکھوں کیا مرے پیچ و تاب دیکھے ہیں؟
مضمحل کیا ہوئے کہ بس ہم نے ہر طرف اضطراب دیکھے ہیں
شاعری میں علامتیں پڑھ کر ڈوبتے آفتاب دیکھے ہیں
نثر لکھنا ادیب ہی جانیں ہم نے عزت مآب دیکھے ہیں
جو نہیں آفریں کے لائق لوگ حاضر جواب دیکھے ہیں
سوچنا چاہیے عدالت کو صاف کیونکر خراب دیکھے ہیں؟
قابلِ باز پرس درباری ورغلاتے جناب دیکھے ہیں
آج طبقات کے تشدد میں کیا ملوث شراب دیکھے ہیں؟
خون ریزی سماج کے اندر کر رہے کامیاب دیکھے ہیں
عام ہیں بدگمانیاں ہر سو فتنہ گر شرف یاب دیکھے ہیں
قافلے رُک گئے ادیبوں کے حاکموں کے عتاب دیکھے ہیں؟
خوف کی خوف ناک راتوں میں ہیبتوں کے شباب دیکھے ہیں
لفظیاتی مصوری دیکھی استعارے حجاب دیکھے ہیں
کٹ گئے پر کھری صحافت کے بے ضمیرے مآب دیکھے ہیں
خود کشی باضمیر مت کرنا آپ ہی مستجاب دیکھے ہیں
عدل و انصاف کے لیے لڑنا آپ کے اکتساب دیکھے ہیں
صاف گوئی سدا مبارک ہو آپ کو باریاب دیکھے ہیں

☆ ﴿۴۲﴾ ☆

برکھا برسنے سے دُھلی نکھری فضا — کیا نیلگوں ہے آسماں ازلی ہوا
طاقت ربا ہر شخص منصب دار ہے — موسم ابھی آیا نہیں کافر ادا
بروقت لاؤ انقلابی سوچ کو — رت یاسمیں خوشبو مناظر خوشنما
طبقات جو محروم ہیں غمگین ہیں — پھر لطف کیا آدمی رہا ملا
ناشاد بُلبل صورتیں فریاد ہیں — پڑھتا چلے بڑھتا چلے ہر دل جلا

☆ ﴿۴۳﴾ ☆

تو ہین سے عوام کی اب حالِ زار پر — پچھتاؤ گے عزیز بہت اقتدار پر
جب ارتقا پذیر خیالات عام ہیں — روشن ہے انعکاس زباں شاندار پر
ہیں ارتقا پذیر خرافات عام بھی — تحقیقِ علم کیوں نہ کروں کشت کار پر
تخلیق خاص ہوش ربا ہر حسین کا — ہر روپ چاند روپ لگے اب بہار پر
ناقد جتن کرے نہ کرے مجھ کو کیا پڑی — تنقید کر چکے ہیں مخالف نکھار پر
جب غلطیاں نشاط عطا بن چکیں وبا — سلطان شادمان ملا لُوٹ مار پر
نادار بک رہے ہیں ضرورت سبب نئی — سرطان بن چکے ہیں عقائد ضرار پر
مل جائے گی نجات ہمیں جلد دیکھنا — گر روک دیں قتالِ عبادت کی وار پر
بیمار سوچ تجھ کو ملی تیرگی مجھے — محنت نئی زوال ہوس ناگوار پر
شاداب سوچ جن کو ملی روشنی ملی — طیار ذہن فکر بجلی بے شمار پر
کچھ آگہی حبیب نئی کچھ اُداسیاں — محروم کا علاج بنیں کار زار پر
کچھ خوف موت کا نہ سزا کا ہے ڈر مجھے — تحریک مل چکی ہے مقاصد سے پیار پر
کوشش مزاحمت کی مُعادل مواخذہ — جب بن گئی ہے آج تمہ شمار پر

☆ ﴿ ۴۳ ﴾ ☆

نادار دست کار اپاہج ملے مجھے — چیخا مرا ضمیر بدر بار بار پہ
سوچا کبھی کسی نے مساوات واسطے — ہم حرص چھوڑ کیوں نہ سکے اقتدار پہ
واپس حقوق کون کرے گا عوام کے — ہمدرد چپ عوام مخالف کنار پہ
ممکن ہے انقلاب ارادے کرو کھرے — انکار برقرار رہے سنگ سار پہ
انصاف و عدل عام کرو روزگار بھی — وعدے نبھا خدا کے لیے اضطرار پہ
میرے قلم کو توڑ دیا پھر جلا دیا — تنقید تا کہ لکھ نہ سکوں روبکار پہ

☆ ﴿ ۴۴ ﴾ ☆

شاعری احساس و دانش سے عبارت گر نہ ہوگی — بے اثر ہو گی خرد دشمن اکارت گر نہ ہوگی
نامیاتی صفت کا کیا کام ہے نامی ادب میں — مہر آسا صنف میں لازم حرارت گر نہ ہو گی
مستحق صورت ادب کی خوبصورت خاک ہوگی — ہر عجب صورت ریاضت سے عبارت گر نہ ہوگی
ہم سُخن تخلیق میں ہر ناتمامی ختم ہو گی — اہلِ دل پر پاسبانوں کی صدارت گر نہ ہو گی
ہو سکی گی بھوک میں جذبات کی تب ترجمانی — ترجمانی سے ادب کی فصل غارت گر نہ ہو گی
عشق کیسا امن کا پیغام کیسا وصل کیسا — شاعری میں ہجر کی شب کی تجارت گر نہ ہوگی
اہلِ بینش نالہ فرسا بن گئے تو دیکھ لینا — نیم جاں سب اُٹھ پڑیں گے کم حقارت گر نہ ہوگی

☆ ﴿ ۴۵ ﴾ ☆

حیا کی پیکر یقیناً لاجونتی — بہت نازک ہو مزاجاً لاجونتی
جواں خوش دل خوش نوا طائر چمن کے — ہوئے عاشق تجھ پہ جزاً لاجونتی
چہکتی چڑیاں یہ مجھ سے پوچھتی ہیں — یہ کیوں شرمائے عموماً لاجونتی
گلوں کا موسم یہ ہے موسم ملن کا — سمٹتی ہو کیوں خصوصاً لاجونتی

☆ ﴿۴۵﴾ ☆

ذرا سا چھوتے ہی تُو چومے ہے خود کو　　نہ روٹھو ایسے مذاقاً لاجونتی
حسیں راتیں چاند کی طالب تری ہیں　　کہاں کو چل دی ہو قصداً لاجونتی
گُلوں کے جذبات دیکھے دیکھ کر بھی　　نہ کیوں مسکائی مُجازاً لاجونتی
ہوا نے مد ہوش اتنا کر دیا ہے　　نہ شرماؤ ہم سے قطعاً لاجونتی
صدا آئے ہر طرف سے ہر شجر سے　　ہمیں تھامو بڑھ کے فوراً لاجونتی
نہ ترپاؤ مان جاؤ شرم کیسی　　کبھی تو ہنس دو جواباً لاجونتی
نبھائیں آؤ تقاضے قربتوں کے　　گلے لگ جائیں صریحاً لاجونتی

☆ ﴿۴۶﴾ ☆

نین مسرور لگیں پھول سے مسکانے کو　　فتنہ پرواز نظر خوب ہے گرمانے کو
آشنا کچھ تو کہو کوئی نہیں رستے میں　　ہم سے ناراض ہے کیا درد بڑھا جانے کو
کیسے عیار زمانے سے بچاؤں خود کو　　کون سنتا ہے مرے درد کے افسانے کو
اب نہ قاضی نہ عدالت نہ ساعت باقی　　صرف زنجیر لگا دی ہے جو دکھلانے کو
گرچہ معصوم دکھائی نہ دیا برسوں سے　　میں نے ہر لمحے اُسے یاد کیا پانے کو
اب تو ہر ایک سے جانا ہی پڑے گا چھپ کر　　تا کہ دشمن نہ بنیں دوست بُلا لانے کو
تُو جو تریاق بنے آج ابھی ہی ساقی　　ہے غنیمت کہ ملے زہر نگل جانے کو

☆ ﴿۴۷﴾ ☆

اُٹھائے ہاتھ میں خنجر ہو میری گھات میں قاتل　　خوشی ہونے لگی سر جھک گیا اثبات میں قاتل
کریں انکار ہم ممکن نہیں سر کاٹ لے بڑھ کر　　نہ تڑپ کر وار کر تکلیف ہو گی گھات میں قاتل
محبت کب موافق ہے وفا بھی جب خطا ٹھہری　　ہنسی آنے لگی بے شرم سے آفات میں قاتل

☆ ۴۷ ☆

لگی ہیں چٹکیاں دل میں کہ تو نے دیکھ کر مجھ کو
بظاہر پُر سکوں ظاہر کیا ہر بات میں قاتل

تجھے جس سے محبت ہے مجھے معلوم ہے قاتل
حسیں یادیں سُناؤ کم پریشاں رات میں قاتل

محبت کا دیا جگ نے مجھے انعام نفرت میں
ملے فرصت تو پڑھ لینا مرے کُلیات میں قاتل

مجھے قیدی بنا کر بھی تسلی گر نہیں ہوتی
تو پھر کیوں دیر کرتے ہو بُرے حالات میں قاتل

یہاں طبقات طبقوں کا نہ استحصال چھوڑیں گے
مٹاؤ گے نہ جب تک فرق تعزیرات میں قاتل

تغزل آفریں اشعار کا جادو بہت جلدی
جو سر پر چڑھ کے بولے گا کھرے کلمات میں قاتل

چناؤ میں جو تم ہارے اٹھا لو گے مری بیٹی
کرا لو گے مری چوری کڑے حالات میں قاتل

مجھے تیری کدورت سے بھری آنکھیں بتاتی ہیں
نہ دوں گا ووٹ تو خود کا بنوں گا رات میں قاتل

مہک چھیڑے بہاروں کو ہوا موسم عطش آگیں
مری شوریدگی کو دیکھ کالی رات میں قاتل

تری بانہوں میں آئے موت کوشش ہے تمنا بھی
محبت کی طلب تھمتی نہیں سکرات میں قاتل

جوانی ڈھل گئی میری مگر دل کی رہی دل میں
یہ حسرت تھی مٹا ہر فرق دوں طبقات میں قاتل

ترے ہر سو سنے چرچے تلاوت کے عبادت کے
ریاکاری رہی شامل تری عادات میں قاتل

طریقے قتل کے ایسے تو مخبر دل نہیں تیرے
جو پہلے آزمائے ہوں گئے اوقات میں قاتل

شرافت اور غربت جرم ہے میرا مقدر بھی
سزا دی ہے مجھے بے جرم الزامات میں قاتل

ہمیں تھانے بلا کر دھمکیاں دو پھر رہائی دو
سیاست خوب ہے تیری بھی دیہات میں قاتل

مرا اغوا حبس بے جا تجھے آخر بتا دے گا
عیاں روشن علامت بن گیا ظلمات میں قاتل

کہ ہم نے گُر خداؤں کے نہ سیکھے ہیں نہ سیکھیں گے
منافق کو ہمیں کہتے رہیں آیات میں قاتل

وہی نغمے سنانے کی بہت ہی خوب کوشش کی
جو گائے تو اداسی بڑھ گئی بارات میں قاتل

مرے ہر کام میں کیڑے نکالو یوں نہ غصے سے
جو ثابت ہو گئے ہیں آپ تحقیقات میں قاتل

لگایا ہے مرے پیچھے اچکوں چور غنڈوں کو
سلیقے سے ہراساں کر دیا برسات میں قاتل

☆ ﴿ ۴۷ ﴾ ☆

دلالوں کو مرے کردار کا کھوجی بنایا تھا | بنا پولیس کے مخبر ملا کچھ بات میں قاتل
دلیرانہ دیانت کی روایت ڈال دی میں نے | بہت بےچین ہو بدلے ہوئے حالات میں قاتل

☆ ﴿ ۴۸ ﴾ ☆

غیروں سے کی وفا بخدا ظلم ڈھا دیا | اے دوست کس کی مان کے ہم کو بھلا دیا؟
کس کی لگن میں تم ہو مگن کچھ ہمیں بتا؟ | قسمیں اٹھا کے سر کی مری پھر دغا دیا
غم خوار تم جو روٹھ گئے دل اداس ہے | ہر دن عذاب رات کو بھاری بنا دیا
دشمن بھی رو پڑا جو خفا ہم پہ تھا بہت | حالت مری پہ ترس کیا سٹ پٹا دیا
ساری تڑپ تڑپ کے ہوئی زندگی بسر | تقدیر خوش نہیں یہ قضا نے سنا دیا
شاید کہ لوٹ آئے مرا دل جگر نظر | پیغامِ مرگ بھیج دیا خط کھلا دیا
اے نامہ بر یہ حال مرا جا اُسے سنا | ہم نے تمہاری یاد میں سب کچھ بھلا دیا

☆ ﴿ ۴۹ ﴾ ☆

مدحتِ یزداں پریشاں ہو گی | زندگی رنجیدہ حیراں ہو گئی
جس کو دیکھو ہے وہی فتنہ بپا | زیست اپنی چاک داماں ہو گئی
فکر و دانش کی تجارت عام ہے | علم کی تربت بھی ویراں ہو گئی
دیکھ کر وحشت زمانہ دنگ ہے | ہر شبِ فرقت پشیماں ہو گئی
میری شامیں خشک صحرا کی طرح | ہر سحر شامِ غریباں ہو گئی

☆ ﴿ ۵۰ ﴾ ☆

زخمِ جگر شدید تھا سوز چھپا نہیں سکا | فکرِ جہاں کیا مگر اشک بہا نہیں سکا
عشق و حسد وصال کی نام نہاد عام بھی | ہند ابھی کسی روایت کو بھلا نہیں سکا

☆ ۵۰ ☆

تم پہ مرے صنم ترے قدِ دراز کی قسم — دل کو نثار کر دیا سر کو جھکا نہیں سکا
حرف شناس جاگ کر رات گئے بُنی غزل — ذات لوازمات کا درد چھپا نہیں سکا
عرصہ گزر گیا مگر چند نقاط پر بھی میں — قیدِ حصار کے سبب بات بڑھا نہیں سکا
خوب تسلیاں ملیں خوب مجالست رہی — زیر تو کر لیا مجھے دوست بنا نہیں سکا
لاکھ میانہ رو بنیں آج گماشتے ترے — لاکھ فریب آزما حُسن لبھا نہیں سکا
گرچہ حریف مُدّعی ہار گیا مقدمہ — دل کے معاملے کو میں خود بھی چھپا نہیں سکا
خاص سرشت تھی مری پیار عوام سے کیا — ساتھ ضمیر کا دیا کاٹ سا نہیں سکا

☆ ۵۱ ☆

خدا ہم غریبوں سے کیوں ہے خفا — خدا واسطے کون بتلائے گا
نتائج دیانت کے نکلیں اُلٹ — نہ کیوں خود کشی ہم کریں تُو بتا
جو منصف بکا مُرتشی خوش ہوا — سسکتے ہوئے عدل نے دم دیا
سفارش یہاں عدل و انصاف ہے — صداقت کہاں ہے کہاں ہے خدا
خدا کی قسم ایک دن دیکھنا — بھیانک ہے انجام راشی ترا
جو رشوت نہ دے کام اُس کا نہ ہو — نہ چھوڑے گا مجبور برہم ہوا
وہ تفریق مفلس سے برتی گئی — جفاکش کھرا آج کھوٹا ہوا
محبت کا روشن نہیں جب دیا — ملیں تخت پر فتنہ خو جا بجا
زمانے میں نفرت کی کثرت ہوئی — ہوئی انتہا خوف آنے لگا
جو تابوت کا آخری کیل ہے — کسی نے ہی ٹھونکا نہیں ساقیا
عیاں جو نہیں زیست کے نقش پا — جنوں حرص نے کی قیامت بپا

☆ ﴿ ٥١ ﴾ ☆

تری فکر محتاج ہے داغ ہے نئی جب نہیں ہے تو ہے سابقا
مری سوچ مشتاق مشکل کشا ڈرائیں گے کیا خوف کے نقش پا
نئی الفتوں کو نئے رنگ دے لہو سے سجا مابقا ارتقا
فلاحی ریاست کے مفہوم سے سیاست کو خدمت کا مقصد بنا
تجوری تری خوب بھرتی گئی سیاست تجارت بنی دکھ ہوا
نہ گھر جس کا اپنا نہ اپنا پتا کماتے کماتے وہی مر گیا
جہالت ہی بد بخت احساس ہے حقیقت نہیں اور اس کے سوا
بہت سن لیا بس کرو اب ذرا لقب مفت خوروں کے ہیں میرزا
نہ سیرت کو صورت سے افضل کیا نہ محنت کو قسمت مقدر کہا
سوائے خدا کی مُساوات کے پرانے فسانے بہت سن چکا
جو محنت کا بدلا نہ پورا ملا مجھے طیش تاراج کرتا رہا
اُٹھو مفلسو جبر کو دیں مٹا بڑھو کام کا نام کر دیں بڑا
نئی سوچ خوش دل لہو رنگ ہے نہ گھبرا چلا چل چلا چل نَتا
محبت قیادت حکومت کرو پلٹ دو عقائد غلامی دبا

☆ ﴿ ٥٢ ﴾ ☆

کسک مایوسیوں کی زخموں کے بارے نہ پوچھو حال دل کے ارماں ہمارے
محبت میں روا ہے ملتی سزا ہے نہ ہو بے تاب کم کو عاشق بچارے
ہمیں فرصت مسائل سے کیوں نہیں ہے؟ ترے کیوں رزق میں وافر ہیں حرارے؟
بتا میرا مُقدر کیوں سو چکا ہے؟ تری قسمت کے کیوں ہیں روشن ستارے؟

☆ ﴿۵۲﴾ ☆

تجھے فرصت مسائل سے اس لیے ہے — کہ ہم معروف ہیں سب غم کے نکارے
نمایاں اور کیا ہوں مفلس جفا کش — کہ چہرے زرد ہیں فاقوں سے ہمارے
مری صورت بتاتی ہے ظلم سارے — وسائل کب برابر حاصل ہیں پیارے

☆ ﴿۵۳﴾ ☆

پاس رہی یار بہت ہم سے کبھی پیار کرو — طنز کرو ہم سے مخاطب تو رہو کچھ تو کہو
پڑھتے رہے جان چکے میری کبھی دل کی لگی — کیا ہے رضا تیری بتا خط میں کبھی کچھ تو لکھو
حشر ہے محفل کہ ساعت پہ ابھی چین نہیں — شغل کھرا بات کھری خود نہ کہو سنی نہ سکو
ذکر مرا بزم بھری میں نہ کرو کر نہ سکو — سوچ ذرا دوست یہی شوق ترا خوف نہ ہو
تجھ سے گلہ کس کو نہیں کام ترا ترکِ وفا — جو بھی ملے طنز کرے اور وفادار رہو
بات کرو مجھ سے کھری ہم ہیں برے مان لیا — مجھ سے نبھانا ہے کڑا جرم کہو حیف کہو
شک نہ رہے ظلم بڑھا ہاتھ اٹھا چاند مرے — چھین لیا چین مرا دیکھ تو لو پھر نہ رکو
لب نہ ہلا آنکھ ملا شوخ نظر شوخ ادا — دل نہ لگا ہم سے مگر ایک نظر دیکھ تو لو
شرم نہ کر کر نہ حیا نزد نہ آ سر تو اٹھا — حسبِ طلب پیار نہ دو دور بہت اور نہ ہو
شرم کرو اور حیا خوب کبھی دل میں چبھی — پھر سے کہو مجھ سے کہا؟ اور کہو کچھ تو کہو
پیاس محبت کی غضب اک لگی آگ بجھے — یاد رہے آج پری شام ڈھلے آن ملو

☆ ﴿۵۴﴾ ☆

رُت خوشبو لاثانی ہو جائے کاش — دوستی روحانی ہو جائے کاش
بھینی خوشبو سے ہوتے دل آباد — خو دل کی انسانی ہو جائے کاش
آزادی مل جائے ہو جائیں شاد — تاریکی نورانی ہو جائے کاش

☆ ﴿۵۴﴾ ☆

مے ساقی مے خانے کی زرّیں جام — پانے میں آسانی ہو جائے کاش
ویرانی صحرا کی ہو جائے دور — حاصل سبزہ پانی ہو جائے کاش
ہر سو بجتے جنگل میں ناچیں مور — کوئل سُر کی رانی ہو جائے کاش
پھر محنت کا کیوں ہو گا استحصال — ورکر جو حقانی ہو جائے کاش
شوہر ہی ہیرو ثانی ہوتے کاش — بیوی بھی دل جانی ہو جائے کاش
عورت بھی مانگے ہر جائز انصاف — دانش میں نسوانی ہو جائے کاش
سرگم ہو ساجھی سُر ہو چوکیدار — بے معنی سُر فانی ہو جائے کاش
مارے جائیں جانے کب ہم خود دار — خودداری روحانی ہو جائے کاش
میں نے جو کچھ لکھا ہے تیرے نام — انساں! تُو لافانی ہو جائے کاش
جمہوری آپسداری ہوتی عام — بیداری طولانی ہو جائے کاش
مُشکل ذُو معنی ہو بامعنی کام — مفلس جس کا بانی ہو جائے کاش
جب دنیا ہے مزدوروں سے آباد — حاصل ہر آسانی ہو جائے کاش
جب تخلیقی بادل ہیں عقلی بھاپ — پھر دل بھی بارانی ہو جائے کاش
جذبے دل کی وادی کے ہوں زرخیز — کم دل کی عریانی ہو جائے کاش
منظر پربت کے جھرنے کا پُرکیف — فطرت بھی مستانی ہو جائے کاش
خوشبو پھولوں کی تجھ سی رنگارنگ — دیکھے تُو دیوانی ہو جائے کاش

☆ ﴿۵۵﴾ ☆

شوق سے بجھا صفِ ماتم مرا ملال نہ کر — پھر سے اور کر کے عطا غم مرا ملال نہ کر
ناگریز سوزنہاں ہے غمِ حیات مرا — اے وفا کے نام پہ ہمدم مرا ملال نہ کر

☆ ﴿ ۵۵ ﴾ ☆

گُل رُتوں کے خواب ہمیں دے کے ہم سے چھین لیے — جب خزاں ہے تجھ کو مُقدّم مرا ملال نہ کر

پیار کاروبار ہوا چھیڑ چھاڑ شغل ترا — کیف و کربِ عشق سے بے غم مرا ملال نہ کر

شوقِ ساز بازِ سیاست کا ذوق اور بڑھا — سازِ دل پہ چھیڑ کے سرگم مرا ملال نہ کر

چین لمحہ بھر کو نہیں ہے مجھے تجھے بھی نہیں — مان چال بازِ پُرَاتم مرا ملال نہ کر

حُسن کا خراج نچھاور محافظوں پہ کرو — بھول جا ہیں حرفِ وفا ہم مرا ملال نہ کر

حُسن ایک روپ تناسب کا بے سوال یہ ہے — کیوں ترا ہے حُسنِ نظر کم مرا ملال نہ کر

ہم سفر ہیں پابہ حنا کارکردگی پہ نظر — جُز روانگی کے مُنظّم مرا ملال نہ کر

وصل کی یہ رات مبارک سہی حُسین سہی — زحتِ انہماک ہوا کم مرا ملال نہ کر

باوجود تشنہ لبی کے عزیز پیاس بھی ہے — دل اُداس گرچہ نہیں کم مرا ملال نہ کر

دستیاب سے نہ رہی رفتہ رفتہ جرم ہوئی — جیتے ہیں بغیر پئے جم مرا ملال نہ کر

چومتا ہوا کو تجھے اے دراز زلف حسیں — دیکھ لے رقیب ذرا تھم مرا ملال نہ کر

مل لیا کرو کہ تغافل کے باوجود تجھے — بے وفا کہے نہ شبِ غم مرا ملال نہ کر

جب فراقِ یار میں جلنا ہی ہے نصیب مجھے — گُل بدن مُنات دمادم مرا ملال نہ کر

ہجر کا عذاب دیا ہے رقیب اور مجھے — حسرتوں کی آگ پہ شبنم مرا ملال نہ کر

مدتوں کے غم کے سبب دل اُچاٹ ہو نہ سکا — سینہ چاک آنکھ نہیں نم مرا ملال نہ کر

نظمیں

☆ ﴿ ۵۶ ﴾ ☆

دوستو

گیت الفت کے گائیں برملا دوستو — جھوم اُٹھے خدائی بارہا دوستو

☆ ﴿ ۵۶ ﴾ ☆

فسٹ اپریل اب تک یاد ہے دوستو — رات کو بے تحاشا بھاگتا دوستو
بھاگ کر چھپ گئی ہرنی وہی دوستو — اصل میں تھا ہرن جو خوشنما دوستو
خون آشام شب جستی رہی دوستو — ڈوبتا چاند بھی رہتا رہا دوستو
گرچہ بے باک ہیں سوچو سبھی دوستو — جو ہوا ہو چکا کیوں کیا ہوا دوستو
تشنہ لب ہیں سکوں ملا نہیں دوستو — حل بتاؤ بھلا سا جتلا دوستو
زر نہیں اس قدر سے پی سکیں دوستو — کیا کریں قرض لیں یا لیں چرا دوستو
ہر طرف چلچلاتی دھوپ ہے دوستو — بارشوں کی دُعا مانگیں صدا دوستو
ہوش سے کام لیں اچھا، نہیں دوستو — آگ سے کھیلنا بے وقت کا دوستو
پاس ہوں فیل ہوں کچھ تو کہو دوستو — امتحاں لے چکے فن کار کا دوستو
کام ہمت سے لیں آگے بڑھیں دوستو — ساتھ دیں ہر قدم پہ دوست کا دوستو
غلطیاں کیں نہ نادم ہم ہوئے دوستو — حیف ذہنوں پہ ہے سب کے روا دوستو
درد بانٹیں مگر ایسے نہ یوں دوستو — جو کہ ناراضگی بنتا رہا دوستو
سوچ محدود جب بے سود ہے دوستو — بے حسی ختم کر دیں بے ریا دوستو
سازشیں کیوں ہوئیں سوچا کبھی دوستو — کون شامل نہ تھا بولو صفا دوستو
خفگیاں کم کریں اب باہمی دوستو — چلبلا پن نہیں اچھا سنا دوستو
چاند تاروں ہنسو ہنس بھی پڑو دوستو — بھول جائیں کدورت سابقہ دوستو
دیرپا نفرتیں بے جا حسد دوستو — آج ہی ترک کر دیں با وفا دوستو
ہاتھ سے ہاتھ دل سے دل ملے دوستو — غیر کو بھی بنا لو دوست سا دوستو
سامنا ہے حقائق کا ہمیں دوستو — جی چرائیں گے کب تک اب بھلا دوستو
فکر ایسی خرد افروز ہو دوستو — عزم نو بخش دے جو دیرپا دوستو

☆ ﴿۵۶﴾ ☆

ورق افسردگی کا پھاڑ دیں دوستو — پیار دیں مفلسوں کو بے بہا دوستو
زندگی مٹ نہ جائے اب کہیں دوستو — امن عالم نہ قائم جب رہا دوستو
فکر انگیز دانشور بنیں دوستو — آگہی عام کر دیں پیشوا دوستو
پھول کے واسطے شبنم بنیں دوستو — رند کے واسطے کالی گھٹا دوستو

بازارِ طوائف اور رات

☆ ﴿۵۷﴾ ☆

جھومتے ہیں ساز پہ آواز پہ گویا ہنر ہے — گاہکوں کی بھیڑ ہے بازار میں اف کس قدر ہے
حسن کا نیلام دیکھا ہائے دیکھے جسم بکتے — ناچ کی ماہر تم گر ہر طوائف فتنہ گر ہے
رش بہت ہے شور بھی بازار میں کچھ کم نہیں ہے — رات کا منظر یہ ایسا خوف کا جیسے نگر ہے
تھاپ طبلے پہ پڑے ہر جان مستی تھرتھرائے — دلنشیں بازار کا پُر کیف منظر نغمہ گر ہے
قمقمے بجھتے ہوئے جلتے ہوئے آتے نظر ہیں — خوب ہے ہر شے یہاں کی جشن کا جیسے یہ گھر ہے
روشنی ہی روشنی ہے ہر طرف کچھ اس طرح ہے — مفلسوں کو خواب میں جیسے سحر آتی نظر ہے
حسن سے پوچھا کہ کیوں بازار کی زینت بنے ہو — بول اٹھا کیونکہ ہے میری ضرورت خاص کر ہے
لطف کیا ہے شوق کا پوچھو نہ مجھ سے زندگی میں — تو ابھی تک طفلِ مکتب ظلم سے جب بے خبر ہے
نام میرا جنس کے بازار میں کردار میرا — جس طرح بازار کی تعریف ہے بدنام تر ہے
رات کا کردار دیکھو پھر یہ دیکھو گے تماشے — رنگتی جاتی مگر ہے مسکراتی چشمہ ہے
ہر معزز شخص میرا رات کو مہماں ملے گا — شب گزاری ان کی چڑھ جاتی ہے گل پڑے سب مختصر ہے
بے وفائی کی علامت بن گئی زر نے بتایا — ہر برائی کی مجھے جو جڑ بتائے بے خبر ہے

☆ ﴿ ۵۷ ﴾ ☆

ہر غیرت مند کے بدلے میں جہاں ہو جائے پوری — گر یہی بازار کی تعریف ہے تو معتبر ہے

پوچھتے ہو ہجر کیا ہے کیا بتاؤں عشق کیا ہے — جب یہاں پر ہر محبت کی کہانی بے اثر ہے

اصل کیا ہے نقل کیا ہے فرق جب ممکن نہیں ہے — پارسائی نامناسب مفت سچائی ضرر ہے

شکل میں ہر قسم کی اچھی نہیں ہے کشمکش سی — پیار کو زر علم کو جو عام کر دے گا امر ہے

سچ یہاں ہوں مانی ہوں مگر بے حد ہوں پر یقیں ہے — رات نے پیدا کیا سورج نیا یکی خبر ہے

☆ ﴿ ۵۸ ﴾ ☆

طوائف کا پیام عورت کے نام

کوٹھا رنڈی کا گر نہیں ہے جنت — ان مردوں سے کہو یہاں آئیں مت

چپ ہے میرا خدا مری حالت پر — کیسا بازار حسن کیسی جنت

کیسا انصاف ہے یہ کیسی عزت — دائم میرے نصیب میں ہے ذلت

جس نے دیکھا بری نظر سے دیکھا — جس نے چاہا مجھے کیا بے عزت

لازم جو تھا بتا دیا ہے میں نے — بتلاؤں اور کیا نہیں ہے ہمت

گھر اپنے دیکھ دیکھ غیروں کے بھی — بیٹی کس کی جواں ہوئی بے حسرت

حالت کچھ مجھ سے کم نہیں ہے جن کی — غربت میں مختلف نہیں ہے عسرت

والد بوڑھے جو شرم سے چھپتے ہیں — تیور بیٹی کے دیکھ کر اف عبرت

میری مجبوریاں نہ سمجھیں جگ نے — فطرت کی بد نہیں نہ ہوں بد عادت

ہر مجھ سی بے مقام عورت کا کیا — عصمت بیچے نہ کیوں بتاؤ حضرت

ان ناہمواریوں پہ رونا میرا — حیرت ہے بے سبب کہیں بے غیرت

☆ ۵۸ ☆

عورت کو جا سُنا مرا سندیسا — آزادی کے لیے اُٹھے ہر صورت
دختر بھی زوجہ بھی بہن بھی ماں بھی — بے جا ساکن سماج کو دیں حرکت

☆ ۵۹ ☆

امن کی زخمی فاختہ

پرندوں میں افضل نرالی لگے — بہت باخبر بے مثالی لگے
شکاری سے نفرت نہیں ہے جسے — بدستور مصروف پیاری لگے
لگیں تیر چھوڑے نہ اُڑنے کا فن — نہ پوچھو بہت ہو رہی ہے جلن
بہے جا رہا ہے لہو جسم سے — شکاری سے کرتی رہی رابطے
ڈرائیں تو ڈرتی نہیں پیشوا — وفا کی ہے پیکر یہ ہے باخدا
بدلتی نہیں فکر کا راستہ — سُنو سن سکو گر نیا تجربہ
شکایت نہیں جس کو خود ساختہ — نشاں آشتی کا رہی فاختہ
سبھی دشمنوں سے کرے التجا — ترقی کے نغمے الاپے سدا
لگائے صدا امن کے واسطے — اماں کا نشاں ایک ٹہنی لیے
سُکھوں کی پیامی سندیافتہ — تمنا کرے امن کی فاختہ
اُڑی جا رہی ہے جو زخمی ارے — تقاضے نبھا جائے گی بانچے
یہ داعی حسیں سوچ کی صاعقہ — نیا لائی اخلاق کا ضابطہ
کہے برملا روز بے ساختہ — چلیں جنگ روکیں ابھی ہر جگہ
جیو جینے دو ہر کسی سے کہو — سراسیمگی خانہ جنگی نہ ہو
محبت کی طالب جو ہے فاختہ — بقا کی علامت بنی فلسفہ

۱۰

تجدیدِ محبت

چھپ چھپ کے جو لکھے تھے جاں — اک دوجے کو لکھے تھے جاں

تُم نے بھی خط لکھے تھے جاں — میں نے بھی خط لکھے تھے جاں

بے خبری میں شدت سے جاں — مانا میں نے چاہا تھا جاں

تُم نے بھی تو چاہا تھا جاں — ہائے ہائے کیا دن تھے جاں

ہر شے رنگیں لگتی تھی جاں — ہر سُو خوشیاں خوشبو تھی جاں

جب سے یوں تُم روٹھی ہو جاں — دل کی نگری سنساں ہے جاں

دنیا ویراں لگتی ہے جاں — تیرے دم سے رونق تھی جاں

اب باقی بس یادیں ہیں جاں — رسوائی کے چرچے ہیں جاں

پوچھے مجھ سے ہر واقف جاں — کیا ایسی مجبوری ہے جاں

بتلاؤ کیا بتلاؤں جاں — کچھ تو بولو اے میری جاں

میں بھی اک انساں ہوں سوچو — تم بھی آخر عورت ہو جاں

بے خود مردوں کو کرنے کا — پیکر تیرا جادو ہے جاں

نظریں تیری بجلی ہیں جاں — میٹھی تیری باتیں ہیں جاں

آنکھوں سے کرنیں پھوٹیں تو — بستی میں آئے مستی جاں

کچھ دل بھر کے تکنے دو جاں — کچھ تو مُسکاؤ میری جاں

ان سانسوں کی گرمی سے جاں — دل کو دھڑکن مل پائے جاں

خوابوں کی گلیاں روشن ہوں — پریاں لوری دیتی ہوں جاں

چھوڑو رونا سُنتی جاؤ — پھر جانے کب مل پائیں جاں

☆ ﴿۶۰﴾ ☆

دنیا کی نظروں سے چھپ کر ... پھر سے ملتے راتوں کو جاں
جاں ایسا ہو سکتا ہے کیا؟ ... بتلاؤ جاں بتلاؤ جاں
میں پھر تجھ کو خط لکھوں جاں ... تُو بھی مجھ کو خط لکھے جاں
ہاں ایسا ہو سکتا ہے جاں ... گر آزادی مل جائے جاں

☆ ﴿۶۱﴾ ☆

بھکارن

زرد ایک لڑکی جو زرد رنگ ماضی میں ...... تنگ بھوک سے ہو کر بچہ کوکھ میں لے کر
خوف پیٹ بھاری کا آج پھر کھڑی سوچے ...... باپ کون ہو گا کچھ یاد ہی نہیں آتا
نزد شہر کے دریا ہے نہ ریل کی پٹڑی ...... خودکشی کروں گی میں کیوں کروں کیسے
بھیک مانگنے سے پہلے ہنسی سُریلی تھی ...... اب کہاں گئی ہے تیری ہنسی نہ رو خود پہ
خودکلام تھی خود سے خود خطاب کرتے ہی ...... چل پڑی رُکی رُک کے گر پڑی تڑپتے ہی

مر گئی بھکارن لاوارثی سڑک پہ ہی

﴿۶۲﴾

(i)

تیاری

غفلت میری کی
جو قبل اس کی کم ہوئی تھی رات تیاری نہ کرنے
سے ہوئی

غافل ہوا
غافل بنا

(ii)

غافل کہیں جس کو سُناؤں تذکرہ گزری رات کا
جس نے سُنا افسوس کا اظہار کر کے چل دیا
کل رات ملکی مجھ پہ بیتی کیا بتاؤں آپ کو
آرام کرنے کی ذرا سی بھول مشکل بن گئی
ایسا ہوا منصوبہ تھا مرا کہ میں منزل پہ جانے کے لیے
سو کے جو اٹھا چل پڑوں گا رات کے پچھلے پہر

مقصودِ منزل تھی سفر ہرگز نہ تھا
حالانکہ منزل کے لیے لازم سفر کی شرط ہے
منزل کی خاطر جاگ تو اٹھا مگر کچھ دیر سے
دیکھی گھڑی جو میز پر رکھی ہوئی تھی رات سے
ایسا لگا
جیسے سویرا ہو
لیٹے ہوئے دیکھا بیاکالی رات میں
تارے ابھی تک جگمگائے جا رہے ہیں آسماں پر
چاند بھی نکلا نہیں
سوچا کہ شاید رات باقی ہے ابھی آرام کرنے کے لیے
کیا وقت آدھی رات کا ہے یا نہیں
ابہام سا محسوس ہوتے ہی تجسس اور بھی
بڑھتا گیا

سوچا کہ ہے کیا چاندکی
معلوم مجھ کو بھی نہیں
تاریخ جو ہے آج کی
گزری نہیں کیوں رات یہ
نکلا نہیں ہے چاند کیوں
بس خوف تھا اتنا کہیں میں دیر تک لیٹا رہا
یا آنکھ میری لگ گئی

تو کیا بنے گا ریل سے منزل کو جانے کے لیے
گاڑی کسی کی منتظر رہتی نہیں
ہوتا یہ ہے ہوتا رہے گا اور ہونا چاہیے
خود مسافر ریل آنے کی خبر سے باخبر
ہوتے رہیں
محسوس جونہی ہو چکا
میں لیٹ ہوں
پھر کیا ہوا
برپا سویرے کی اذاں آنے لگی
کم وقت تھا
تصدیق میرے لیٹ ہونے کی ہوئی
میں لیٹ کیوں اتنا ہوا
سوچا کہ اب وقت کیا
جب غور سے دیکھا گھڑی کو رک چکی تھی میز
پر رکھی ہوئی
افسوس سا ہونے لگا
اک دم مجھے جھٹکا لگا
نادم ہوا
تیار ہو کر چل پڑا

(ii) ☆ ۱۲ ☆ (i)

پہنچا جو اسٹیشن پہ میں
ویران اسٹیشن ملا
بے سود تیاری رہی
غفلت بہت مہنگی پڑی
حاضر نہ ہو سکے سے میں

دعویٰ عدالت میں نہ ثابت کر سکا
اس ہو چکے نقصان کی
ممکن تلافی ہو تو کیسے ہو بتا ابرام کو
مخلص اگر تم دوست ہو

(ii) ☆ ۱۳ ☆ (i)

وحشت زدہ

ذکر کیا ناکامیوں کے دن رات کا
میں کروں کرتا رہوں کس کس بات کا
بے خودی سرشاریوں کے لمحات کا
وحشتوں کی ابتدا اپنے فقر کا
خواب دیکھا تھا سُہانے احساس کا
وقت تھا دل کی ریاست آباد تھی
سلطنت دل کی لٹی کچھ ایسی لٹی
اب نہیں ہیں رونقیں باقی پیار کی
وحشتیں دل کی بڑھیں کچھ ایسی بڑھیں
گردشِ دوراں ستانے پھر لگیں
گو بہت میں نے کیے ہیں حیلے کئی

کام کوئی اب وسیلہ آتا نہیں
دیس کا ہر آدمی پتھر بن چکا
ابتدائی عمر کے جذبے اب کہاں
مُشکلیں در پیش تھیں جن کا غم نہ تھا
زندگی پُر لطف بھی تھی ناشاد بھی
نشہ سا طاری رہا کرتا تھا کبھی
اب نہیں ہے زندگی میں کچھ لطف سا
کچھ نہیں بھاتا مجھے کچھ بھاتا نہیں
پیار میں رسوا ہُوئے کچھ ایسے ہُوئے
تلخیاں ہی تلخیاں ہیں اب زیست میں
میں ابھی بوڑھا نہیں جانے کس لیے
وقت سے پہلے کہا کیوں اُس نے مجھے

۱۳

(i)

غم زمانے کے مجھے اپنے غم لگیں
خون اپنا خود مجھے پینا پڑ گیا
آگ دل کو لگ گئی کچھ ایسی لگی
جسم سارا جل چکا باقی راکھ ہے
سینکڑوں ہی دل شکن لوگوں سے ملا
نظم میں رعنائیاں جن کے دم سے ہیں
ابر جیسیں بال میرے محبوب کے
شاعری کی جاں تمنا ہر شخص کی
جا چکا پر روگ دل کا دے کر گیا
دوریاں معشوق کی تڑپائیں مجھے
چین دل کا لمحے کو بھی حاصل نہیں
ہر ستم اُن کا کرم ہے میرے لیے
یاد رکھے یا نہ رکھے ممنون ہوں
صرف میں کیا گُل بدن کی خاطر سبھی
جی رہے ہیں زندگی سے خوش بھی نہیں
پیار کرنا اُن سے میری عادت رہی
ظلم ڈھانا ہم پہ اُن کا معمول ہے
شام ہوتے ہی لہو آنکھوں سے بہے
ہر ادا اُن کی پہ ہوتا قربان ہوں
سینہ زوری مفلسی میں بھی دیکھئے

(ii)

چہرہ دق وقت کی مجبوری ہوئی
جال نظروں کا بچھا ہے چاروں طرف
گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں عاشق سبھی
بخت کا قائل نہیں پر میں کیا کروں
ہوں ادھورا آج تک میں جس کے لیے
ہے وہی خوش بخت جس نے چاہا نہیں
جب وفا میری محبت کا نام ہے
کی جفا اُس نے محبت کے نام پہ
ابرِ باراں کے مناظر ساون رُتیں
اور رنگوں کا تبسم بھائے نہیں
ہر خوشی روٹھی رہے پر روٹھے نہ وہ
مان جائے بات میری کوشش رہی
کاش ایسا ہو نہ روٹھے پھر سے کبھی
میں وہی ہوں فرق جب ممکن ہی نہیں
وقت بدلے پر نہ میں بدلوں گا کبھی
بھول جاؤں نا مکمل باتیں سبھی
ہاں یہ ممکن ہے مگر آساں بھی نہیں
دل دھڑکتا ہے اُسی کی خاطر مرا
ساز بے آواز ہے ہر دھڑکن مری
بے قراری دیکھ کر بھی میری مجھے

☆ (i) ﴿۱۳﴾ ☆ (ii)

باخبر اپنی خبر دیتا کیوں نہیں
شبنمی قطروں کو دیکھا اُس نے نہیں
گر رہے ہیں پھول پر آنسو کی طرح
یاد اُس کی کام میرا دن رات ہے
تشنگی دیدار کی بجھتی ہی نہیں
رام جانے کب بجھے ظالم تشنگی
وقت سے فریاد ہے کچھ میری سنے
جوڑ دے توڑے ہوئے سارے سلسلے
گر حقیقت وقت کی میں نے کی بیاں
ہر زباں خاموش ہو جائے گی ابھی
بے حسی ماحول پر ہے چھائی ہوئی
لا تعلّق ذات سے انساں ہو چکا
حُسن کی دیوی خفا جب سے ہو چکی
ہر تصوّر نے ستایا بے حد مجھے
جا بتا دے اے ہوا دلبر کو ابھی
قبر میری کھودنے کوئی جا چکا
ڈوبتا سورج کہے دیکھو چاند کو
جھیل کے دونوں کنارے تصویر کو
دیکھنا ایسے لگے گا جیسے کہ یہ

تھرتھراتے جام میں لرزاں عکس ہو
بددعا دی یاد ہے کس کس نے اُسے
چین اُس کا چھین لے کوئی بے وفا
مدعا اپنا سناؤں کیسے اُسے
جب وہ کہتے ہیں سفر طے ہوتا نہیں
آپ کہتے ہیں چلا چلتا ساتھ ہوں
میں یہ کہتا ہوں رسائی ممکن نہیں
نام ہے بدنام میرا ابرآم بھی
روشنائی کے لیے کیا کافی نہیں
اہلِ ہمت وحشتوں سے گھبرا گئے
سرکشی سے باز رکھنے کو آگئے
حیف ارمانوں پہ ہے پاگل پن پہ ہے
جانِ من اُس کو کیوں نالش جس سے ہے
خواب میں ہر شب مجھے راتوں کی قسم
اژدہے دیوانگی کے ڈستے رہیں
منحرف کے حوصلوں کو دیکھا نہیں
درد صدموں کے سبب جذباتی ہوا
بے رُخی حالات کی بے جا طرز بھی
امتحاں میرے تحمل کا لے چکے

(i) ☆ ﴿۱۳﴾ ☆ (ii)

بخش دیں ممکن نہیں مجبوری رہی
لاکھ سمجھایا مجھے دل نے وقت پہ
چھوڑ بھی دے روز کا رونا گیت گا
دل نہ چھوٹا کر ابا جینا سیکھ لے
آج تک جس کا مجھے بس افسوس ہے
جب ملا تھا انقاقاً ج دھج کے وہ
جانتا میں بے وفا دھوکے باز ہے
میں نہ ملتا بھول کر دوبارہ اُسے
پیار کرنا شغل اُس کا کچھ دیر کو
راستے میں چھوڑ دینا ہر ایک کو
کاش ہوتا علم اس کی تفصیل کا
دو قدم تک ساتھ دے گا ساتھی فقط
میں نہ کرتا پیار ہرگز اُس سے کبھی
صدقِ دل سے بات کرنا خواہش رہی

کم ملا بدبختی سے اکثر ملا
رنگ لائے یا نہ لائے کوشش مری
ترس آئے یا نہ آئے مجھ پہ اُسے
کام میرا تھا محبت کرنا رہا
دم محبت میں اُسی کا بھرتا رہا
کیا شکایت کیا گلا طوطا چشم سے
عشق میں سرگشتگی نے وحشت زدہ
کر دیا بہکا دیا بے عزت کیا
یا خداوندا خداوندا اے خدا
بے وفائی اُس کی دیکھی جاتی نہیں
تھک چکا ہے موت مانگے وحشت زدہ
موت مانگے موت مانگے وحشت زدہ
یا خداوندا خداوندا اے خدا

▬ ▬ ▬

(i) ☆ ﴿۱۴﴾ ☆ (ii)

حسنِ جمال، حقائق اور جوانی

عمر گود کی بیتی بھول پن لڑکپن کی
ختم قصہ نادانی کا ہُوا جوانی میں

وقت نوجوانی کا عمر کروٹوں کی ہے
عہد نوجوانی ہی زندگی مزے کی ہے
کامرانیوں کی جذبات کی غموں کی ہے

☆ i — ۱۳ — ii ☆

جھومنے مچلنے کی جسم میں تناؤ کی
جوشِ تختِ جاں کی ہے تندشوخیوں کی ہے
طمطراقیوں کی ہے اضطراب کی بھی ہے
پُر فریب سوچوں کی ہے سرور چھلکے ہے
خواب دیکھنے کی خالص مشاہدوں کی ہے
فطرتی مناظر دیکھے کلی چٹکتی بھی
جملہ آہٹیں مثلاً آنکھ پٹ پٹانے کی
خون دوڑنے کی آواز تک سنائی دے
سر سراہٹیں بھی احساس کو اُڑاتی ہیں
چُور چُور ہونے کا لطف اور ہی کچھ ہے
حدّتیں رُتوں کی رفتار جسم و جاں دل کی
رنگ و نور کی بھی محسوس یوں ہوئیں جیسے
آفتاب شبنم کو بھاپ میں بدلتا ہے
وقت مستیوں کا ہر وقت یاد آتا ہے
شرحِ جوانی کا گرم خون کیا ہے یہ
آگ ہے رگوں کے اندر رواں دواں طوفاں
کربِ عشق کا محسوسات عقل کی توبہ
تیز اس قدر ہوں گی جب شباب آیا تو
رقص و شاعری بھائے گی کبھی نہ سوچا تھا

مل کے نوجواں گائیں گیت نوجوانی کے
نغمگی پرندوں کی حسن ہے نہ جادو ہے
اصل میں جوانی ہی راز نغمگی کا ہے
سیر کے لیے جائیں آفتاب سے پہلے
دن چڑھے پلٹ آئیں روز نوجواں پیارے
رات کی سیاہی جب زلفِ یار لگتی ہو
کیوں نہ یار کے ابرو تیغِ یار لگتے ہوں
پیار پیار کرنے کا شور نوجوانوں نے
خوب ہے مچا رکھا خوش لباس سارے ہیں
خوب رو جواں حوروں کا لباس جیسے کہ
آسمان کا آنچل خوش نما ستارے ہیں
چاند بھی جبیں کا جھومر لگے یہ زیور تو
حُسن کی نمائش کا حق ادا نہیں کرتا
حُسن ایک ایسی ترتیب ہے سلیقے کی
نقش ہے تناسب کا عکس عمدگی کا ہے
جو نچلے ہواؤں کے گُل شمیم صحرا کے
یا شرارتیں لو کی ہوں نسیم لگتی ہیں
ریگزار دریا جیسے لگیں یہ کچھ ایسے
وادیاں پہاڑوں کی کھو گئیں کہیں جیسے

☆i ﴿۱۴﴾ ☆ii

i

ریگزار کے نیلے مثل ہیں پہاڑوں کی
سلسلے پہاڑوں کے دور دور تک پھیلے
کھیتیاں جزیروں کی سبز رنگ جن کے ہیں
سُرخ رنگ پھولوں کے دیکھ کر جوانوں کا
انتخاب ظاہر ہے لال رنگ ہی ہو گا
سُرخ سبز رنگوں میں شوخیاں سفیدی کی
رنگ قسم و قسمی ہیں دیکھ لو لباسوں کے
چٹکلوں لطیفوں کا چٹ پٹی غذاؤں کا
بس یہی زمانہ ہے بس یہی زمانہ ہے
برتری خیالوں کی انتہا جوانی کی
اعتماد کے بل پہ بے دریغ باتوں میں
آپ جو سمندر کو بحر کو کہیں ساحل
بے کراں سمندر کی بے قرار حالت کے
دیکھ کر جواں جذبے خوش ہوئے جواں اکثر
جب فراخ ساگر بھی ایک بوند لگتا ہو
پھر پہاڑ کو خاطر میں بھلا یہ لائیں کیوں
جب بلندیاں بھی تسلیم کر چکیں اِن کو
نوجواں پہاڑوں کو دیکھ کر کہیں ذرّہ
ریت کو چمکتا دیکھیں کہیں یہ ہے چاندی

ii

رنگ ریت کا زرّیں دیکھ کر کہیں سونا
بھر چکا لبالب تالاب جھیل لگتا ہے
جھیل کا بہاؤ جھرنا لگے جوانی میں
ہوش چھین لیتی ہے آبشار ہر کسی
چاند رات میں آدھی رات کو سمندر کی
بے سکون لہروں کی دیکھ کر جوانی کو
راز کُھل گئے حرکت کے ہوئی ترقّی کیوں
چین کیوں نہیں حاصل مستقل جوانی میں
طاقتیں جوانی کی بیٹھنے نہیں دیتیں
جب حسیں مناظر جادو کریں جوانی پہ
انگلیاں کلائی گلدستہ کیوں نہ لگتا ہو
کیوں حسیں مناظر جادو کریں جوانی پہ
آسمان کے نیلے رنگ کا اثر ہے یہ
پھول رنگ نیلے کے باغ میں دکھائی دیں
اور کاسنی رنگت جب عمارتوں کی ہو
کیوں نہ ہو گلابی رنگت جواں حسینوں کی
جھومتی ہواؤں ساون رُتوں بہاروں کا
ذکر روز و شب ہے دلچسپیوں تماشوں کا
مست ہیں چہچے بیٹھے ہوئے درختوں پہ

﴿۱۴﴾

☆i

سُر بہت سُریلی ہے گا رہے پرندوں کی
جوگ سادھنا راگی کا لگے بہت اچھا
ساز پُرکشش ہو آواز ساتھ سُر کے ہو
ساتھ ساتھ گائے ہر نوجواں جوانی میں
سرد جسم کو بخشے چین آنچ سانسوں کی
رنگ رنگ کی اُڑتی تتلیاں لگیں اچھی
دیکھ کر مچے ہلچل ہر جواں تخیل میں
اس نئے زمانے میں پیار کی تپش سے جب
ہر نیا تخیل انعام چاہتوں کا ہو
شرم سے سمٹتی جائے یہ کیوں نئی دلہن
کیفیات نے گھائل کر دیا جوانی میں
کس قدر کمر پتلی ہے جواں حسینوں کی
حُسن کے پُجاری کو یوں لگے کہ جیسے یہ
شاخ اک لچکتی نازک کسی شجر کی ہو
دیکھ کر چھلکا شب تاب نوجوانوں نے
برملا کہا پکڑو جا رہی تمنا کو
تھی تلاش ہم کو جس کی یہی تمنا ہے
بانکپن جوانی کا خواب آفریں منظر
خوب رونقیں دیکھوں نوجواں جہاں بھی ہوں

☆ii

ہر خوشی کے موقع پر ناچتے جواں دیکھوں
گا رہی حسینوں کی آواز بھی رسیلی ہے
سانس نوجواں کے آہیں لگیں لگیں چاہت
شوخ چال گوری بانہیں لبوں پہ مسکاہٹ
لُطف نیند کا لے کر جاگتی ہوئی آنکھیں
کُھل گئیں اچانک سورج نکل چکا جیسے
ہیں غنودگی سے پُر جس طرح گُلِ نرگس
پتیاں گُلوں کی سجدے کریں جوانوں کو
پُوجتی کلی بھی ہے نوجواں جوانوں کو
مُسکرا رہی ہے دوشیزگی جوانی میں
حُورِ خُلد کی ہر لڑکی لگے جوانی میں
مُسکراہٹیں حُوروں کی لگیں جوانوں کو
ہیں حسین اتنی مسکان مثل موناؔ کی
ہر جمال پرور ماحول خُوب لگتا ہے
چاند جھیل کے اندر موج ایک روشن سی
عکس چاند کا دیکھا دیکھ کر لگا جیسے
حشر ہو گیا برپا چاند رقص کرتا ہے
لب گُلاب مستی ایسی شراب لگتے ہیں
مات لے برانڈی کا رنگ پڑ گیا پھیکا

﴿۱۴﴾

☆i

ہر جواں حُسیں کے ابرو ہلال لگتے ہیں
چشمِ جاں ستم ڈھائے دل پہ نوجوانوں کے
دشمنِ خرد ہوں نسرین رُخ فسوں ساماں
مُور ناچتا ہو سُرخاب سامنے بھی ہو
حُسن دیکھ کر جن کا تھام لے جگر عاشق
کیفِ شب نہ پوچھو آغوشِ عیش نے بخشیں
دل ربائیاں کیا کیا شامِ نوجوانی کیا
ارتعاش پیدا ہو جب سُخن طرازوں میں
بات کو سمجھ جانا حُسن ہی محرک ہے
چیز خوب صورت سی خوب دیکھ لی ہو گی
کام کیا خیالوں کا کام کیا تصور کا
پاس خُوش مزاجی کی آس کامیابی کی
سخت کی مشقت تو تب کہیں ہوئی پیدا
آج شاعری شاعر بے سبب نہیں کرتا
گھنٹیاں بجیں کانوں میں جواں صدا سن کر
نقش گنگنائیں پُر جوش نوجوانوں کے
بے نظیر جلوے بے داغ بے نقابوں کے
وار دل پہ کاری کرتے رہیں جوانوں کے
سخت دھوپ میں ٹیلے دیکھ کر گماں گذرے

ii☆

آفتاب چاندی کی سر زمیں پہ اترا ہے
یا یہ مشتعل دریا ہے سراب ہے کیا ہے
کیا مثال دوں ایسے بے مثال منظر کی
آگ لگ گئی جیسے نور کی شعاعوں کو
دن عروج کے ہیں جب سے عروج دیکھا ہے
کیا زوال آئے گا سوچتا نہیں کوئی
پر کبھی کبھی ایسا بھی لگا جوانی میں
ندیاں یہ نالے دریا اداس بے حد ہیں
ہر حُسیں لگتا ہے نوجواں جوانی میں
جب شباب آتا ہے نوجوان سجتا ہے
با مذاق لگتا ہے باکمال لگتا ہے
بعد نوجوانی کے اور پھر جوانی کے
ڈھل گئی جوانی تو یاد موت آئے گی
سوچ موت کی نے بے وقت کر دیا بوڑھا
لوگ ہو گئے بوڑھے وقت سے بہت پہلے
موت اک حقیقت ہے جو ٹلا نہیں کرتی
جاگتا جوانی کا مست رات میں اکثر
پُر خُمار حالت کا لطف نوجوانی میں
کم کبھی نہیں ہوتا کم کبھی ہوا بھی ہے؟

☆i ﴿۱۴﴾ ☆ii

i☆

سُرخ ہو گئی آنکھیں آنکھ کے پپوٹے بھی
جب ہوئے بہت بوجھل نیند آ گئی اکثر
جاگتے رہے شب بھر نوجواں جوانی میں
یاد نوجواں کیا ناکامیاں تجھے کچھ ہیں
کام کیوں نہ آئی تدبیر آج تک کوئی
فرق عشق کا دل کی بے قرار حالت کا
کام ہے تغزل جس کا کہ نام جس کا ہے
یاد نوجواں رکھنا نام یاس و حسرت کا
بھول کر نہ لو گے افسردگی جدائی کا

ii☆

عشق یا محبت کا دل گی جنوں کا بھی
اس تشنگی کی تصدیق ٹھیک کرتی ہے
صبر نوجوانی کا اور بے سکوں کر دے
پیش کش مستب کی جاں گداز لگتی ہے
آرزو بحالی کی موت تک رہے جاری
آج اُس محبت کی پیار کی ضرورت ہے
حرص کو مٹا دے جو باہمی یقینی ہو
مستقل شعوری ہو قُرب کا سبب بھی ہو

▬ ▬ ▬

☆i ﴿۱۵﴾ ☆ii

i☆

آوارگی

حادثاتی طور پر فرصت ملی مانگی نہیں ہے
وقت نے بےوقت دی خیرات ایسے وقت
دی ہے
چاہتوں کی عمر ہے پر وقت کا مصرف نہیں ہے
وقت کی ایذا دہی سے ذات کی بیزاریوں سے
جی مرا تنہائیوں سے بھر چکا ہے
وقت کی رفتار سے اُجڑی رُتوں سے

ii☆

آج کے انسان کے خلاق سے بھی
زندگی کے تجربے حالات کے بحرانِ خدا سے
حادثوں کے شور سے اُکتا چکا تو
چل پڑا آوارگی کو
چل رہا ہوں
ہر تماشا آنکھ دیکھے جا رہی ہے
غیرتِ بازار کا خود بھی تماشہ بن گیا ہوں
سوچتا ہوں
کیا یہ ہوتا جا رہا ہے

☆i ﴿۱۵﴾ ☆ii

موسموں کی تازگی معدوم ہوتی جا رہی ہے
زلزلوں نے سردیوں نے گرمیوں نے پانیوں نے
بستیوں کی بستیاں برباد کر دیں
آندھیوں کے بارشوں کے ظلم سے گھبرا
چکا ہوں
ناگہانی آفتیں انسان کو برباد کرتی جا رہی ہیں
جل رہا ہوں
چل رہا ہوں
سوچتا ہوں
کب تلک اس دور کی ہم دوڑ میں پیچھے رہیں گے
آج معروضی ترقی کے تقاضوں کو نبھانے کے
لیے دنیا کے اندر
غور سے سنجیدگی سے کون سوچے
پیار سے محروم کیوں ہوں جرم کیا ہے
جان کی کیفیتوں سے اجنبی کیسے ہوا ہوں
کیوں ہوا ہوں
چین دل کا چھن چکا ہے
بے نمو کیسے ہوا کس نے کیا ہے
چار سُو ویرانیاں ہیں با دِ صرصر چل رہی ہے

جس طرف دیکھوں لگے ہیں بھوک کے انبار
دیکھوں
علم کا کردار کا فقدان دیکھوں
ہر برائی عام دیکھوں
تھک چکا ہوں
چل رہا ہوں دیکھتا آوارگی کو راستوں پہ
نت نئی آوارگی کو
آج میرے شہر میں آوارگی کی انتہا ہے
میں ابھی چل ہی رہا ہوں
دیکھتا کیا ہوں کہ میرے سامنے میری محلے
دار لڑکی
بے خبر مجھ سے کھڑی ہے سامنے والی گلی میں
مسکرائے جا رہی ہے
کون ہوگا ساتھ جو لڑکا کھڑا ہے
رازداری سے پڑوسی سے یہ کیا طے کر
رہی ہے
ہاتھ ہاتھوں میں لیے للچا رہی ہے
بے تکلف سا یہ لڑکا؟
یاد آتا ہے یہ اُس ہمسائے کا بیٹا کھڑا ہے

☆i ﴿۱۵﴾ ☆ii

باپ جس کا جیل بیٹی کے لیے بھٹکا رہا ہے
وقت کو ماحول کو جیسے سا دونوں بہت ہی
خوش کھڑے تھے
اک تجسس تھا یہ تھا کہ
کیوں یہ کافی دیر سے دونوں کھڑے ہیں
دھوپ میں دونوں پگھلتے جا رہے ہیں
کیوں کھڑے ہیں کیوں تماشہ بن رہے ہیں
کیوں تجسس کے لیے میں وقت ضائع کر
رہا ہوں
ہر قدم پر سوچنا رکنا پڑا ہے
پھر اچانک دیکھتے ہی دیکھتے کچھ فاصلے سے
کار آتی دیکھ کے لڑکی پریشاں ہو گئی ہے
جان لڑکے سے چھڑوانے کے لیے خاموش
کوشش کر رہی ہے
دم بہ دم سنجیدہ ہوتی جا رہی ہے
اور لڑکے کو بھگانے کے جتن کرنے لگی ہے
اک اشارے آنکھ کے سے اب وہ لڑکا جا
چکا ہے
کامیابی پر وہ اپنی خوش بہت ہے

کار بھی نزدیک آتی جا رہی ہے
اور لڑکی مڑ چکی ہے
اُس طرف کو جس طرف سے کار آئی رُک
چکی ہے
خوش رُخ ہے لڑکی بڑے انداز ہیں اس
نازنین کے
پھر یہ دیکھا کار کی کھڑکی کھُلی اک شخص ہے
جو منتظر ہے
لال نیلے کار کے شیشوں کے پیچھے
خوش لباسی سے یہ ظاہر ہو رہا ہے
عمر کے چالیسویں کو بیس کا کرنے چلا ہے
گو کہ لڑکی جانتی ہے
سرنگوں بیٹھی ہوئی ہے
سیٹ پر اترا رہی ہے
نیم راضی شرم سے شرما رہی ہے
کار والے کو لبھائے جا رہی ہے
اپنی قیمت کو بڑھائے جا رہی ہے
جبکہ عصمت ایک داؤ میں ہرانے جا رہی ہے
اور میرے سامنے سے دیکھتے ہی دیکھتے پھر

☆i

کار چل دی
گرد جانے پڑا لے جا رہی تھی
کچھ نہ تھا جب سامنے تو بچ بچا کے چل پڑا
آوارگی کو
درمیاں دل آنکھ کے بڑھتے ہوئے ہر فاصلے
کو دیکھ کر میں
رُک گیا کچھ سوچتے ہی
ایک سے ماحول سے اُکتا گیا ہوں
راستے کے ایک ہوٹل پر نظر میری ٹکی ہے
کیوں نہ چائے سے تھکاوٹ دُور کر لوں
جوں ہی سوچا سوچتے ہی چل پڑا ہوں
بیٹھتے ہی میز پر پانی پیا جتنی طلب تھی
تھک چکا تھا
پی کے چائے میں ابھی سستا رہا تھا
پھر یہ دیکھا کار اک ہوٹل کے آگے رُک
چکی ہے
شخص کوئی زور سے مجھ کو پکارے جا رہا ہے
سیٹ پر سے کار کی کھڑکی کے پیچھے
مجھ پہ اپنا رعب ڈالے جا رہا ہے

☆ii

ہاتھ کی دو انگلیوں کو بھی ہلائے جا رہا ہے
غور سے دیکھا ہُوا معلوم چل کے
شہر میرے کے معزز ہیں چناؤ حال کا بارے
ہُوئے ہیں
منتظر میرے لیے ہیں
بوجھ ہیں جو قوم پر لیڈر روی آئے ہوئے ہیں
فَراخ دیکھ کر چہرے پہ اُن کے
لیڈروں سے پوچھنا تھا
بات کیا ہے؟
پوچھتے ہو بات کیا ہے
تم بتاؤ بات کیا ہے
یار لو کو کچھ نہیں ہے
گالیاں دیں کی ہدایت
سادگی سے کام مت لوں
دل ہی دل میں ہنس پڑا ہوں
سوچتا ہوں
پوچھتے ابر آم سے ہیں
ترک کر دی ازار سے ابر آم تو نے کیا نہیں کی
چوٹ دل پر کھا کے پھر بھی چپ کھڑا ہوں

﴿۱۵﴾

☆ i

قہقہے لگنے لگے ہیں
ناک والے خوب بولے جا رہے ہیں
کوے بھی جا رہے ہیں
ہم تو تم کو نیک سمجھے پر نہیں ہو
ناک والو کچھ کرم ناچیز پر ہو
کیا کرم ہو
تم تو چپے رستم نہیں ہو اور کیا ہو!
اے شرافت کے لبادے میں شکاری
ہم اگر چاہیں سبق دینا اذیت ناک جس کو
زندگی بھر کے لیے محتاج کر دیں
مبتلا کر دیں مسائل میں اشارے سے مرا دیں
بادشاہت کام اپنا ہم سیاست دان سارے
خیر تیری چاہتے ہیں
قوم کی بھی چاہتے ہیں
چھوڑ دو پیچھا معاشرتی لفنگے
محترم ماں باپ کی سوشل مثالی بیٹیوں کا
ورنہ مرنے کے لئے تیار رہنا
دیکھنا انجام اپنا
جان کی پاؤں اماں تو عرض خدمت کچھ

☆ ii

کروں میں
بس کرو اب چھوڑ دو بکواس خبطی
جانتے ہیں نظریاتی فلسفی ہو
کام سے رکھو کام اپنا
گر تجھے تکرار کا تقریر کا ہے شوق اتنا
ور کرنی ہے سیاست تو ہمارا ساتھ دو طبقات کی
ہر بات چھوڑو
خاص کر تفریق کرنا
آ ملو ہم سے ہمارا دم بھرو بے کار اپنا وقت
ضائع کر رہے ہو
کام کے انسان بن جاؤ ہماری عیش کا
اندازہ کر لو
وقت کی رفتار سمجھو
در پہ آئے بخت کو ٹھوکر نہ مارو
ذات کی تکمیل کر لو
آج کی آفر یہ پیاری نوجواں منظور کر لو
دی گئی آفر ہماری
گر نہ منظور ہے واپس پلٹ جا

i☆ ﴿۱۵﴾ ☆ii

ذات کی پاکیزگی کے شوق میں برباد ہو جا
جا پلٹ جا اپنی دنیا کو پلٹ جا
آج تم کو اس جہنم سوچ نے کیا کیا دیا ہے
بھوک دی آوارگی دی اور کیا دے
وقت مل پائے تو پھر سے سوچ لینا
غور کرنا
کیا ملا انکار سے افکار سے کردار سے
قربانیوں سے
سوچ بدلی تو یہ سوچا میں کہاں ہوں
بے وقوفی کر رہا ہوں
خود کلامی ہو رہی ہے
مفت دیواروں سے سر ٹکرا رہا ہوں
درد سے نا آشنا لوگو سے اپنا
بے سبب ہی سر کھپائے جا رہا ہوں
میں خیالوں میں ابھی ڈوبا ہوا ہوں
سوچ کی آوارگی تھی اور میں تھا
کار آگے بڑھ گئی تھی
جا چکی تھی
مشرقی قدروں سے باغی محترم بھی جا چکے تھے

میں اکیلا سوچ میں ڈوبا ہوا تھا
اپنی تنہائی پہ روئے جا رہا ہوں
ساتھ میری سوچ بھی آوارگی بھی رو رہی تھی
آج تخلیقات کے قرطاس پر تصویر ایسی نقش
ہوتی جا رہی ہے
جاہلو کے رنگ سے رنگی ہوئی ہے
مفلسی کیا
کیا امیری
کیا شرافت
کیا فقیری
کیا وفا ہے
کیا دغا ہے
دشمنی ہے نفرتیں ہیں
لاش میری دیکھ کر آوارگی بتلا رہی ہے
دین و دنیا کھو چکا ہے دی مروت نے سزا ہے
ہاتھ خالی جا رہا ہے
پر کھلی آنکھیں مری اس بات کو محسوس کرتی
جا رہی ہیں
بد معاشی عام ہوتی جا رہی ہے

☆i ۱۵ ii☆

کچھ پرانی کچھ نئی ہے
کیا یہ ہوتا جا رہا ہے
کون کرتا جا رہا ہے
کیا سے کیا ہو کر رہے گا
بے شعوری عام ہوتی جا رہی ہے
اور دہشت گرد بھی اپنے مقاصد کے لیے
تخریب کاری کو بڑھائے جا رہے ہیں
چاند بھی بے نور ہوتا جا رہا ہے
جان لے لے گی تھکن میری کہ ایوانوں میں
رسوائی برابر عام ہوتی جا رہی ہے
کچھ تو مجبوراً کیا جانے لگا ہے
کچھ یہ تفریحاً کیا جانے لگا ہے
روز ڈاکے پڑ رہے ہیں
لوگ اغوا بھی کیے جانے لگے ہیں
تفرقے تم فاصلے نااتفاقی اور بڑھتی جا
رہی ہے
چین چھنتا جا رہا ہے
خود فراموشی بڑھائی جا رہی ہے
چین دینے کے لیے آرام لوٹا جا رہا ہے

لوگ اکثر غم بھلانے کے لیے آوارگی
اپنا رہے ہیں
لوگ اپنی ذات سے بیگانہ ہوتے جا
رہے ہیں
فرد سے افراد ہمواریوں سے دور ہوتے
جا رہے ہیں
رنگ سے بے رنگ ہوتے جا رہے ہیں
زندگی مفہوم کھوتی جا رہی ہے
آج پھر محرومیوں کی دی ہوئی نفرت بڑھائی
جا رہی ہے
اصل میں غربت مسلط ہو چکی ہے
خوش نوا کوئل اداسی کے ترانے گا رہی ہے
مستقل اک حشر برپا ہو چکا ہے
روز اک سے اک نئی مشکل خدا جانے کہاں
سے آ رہی ہے
جستجو نروان کی ناکامیوں سے ماند پڑتی جا
رہی ہے
دوریاں کوتاہیوں سے اور بڑھتی جا رہی ہیں
قید میں بھی پنچھیوں کی ناگواری کو بیاں کرتا

i☆ ﴿۱۵﴾ ☆ii

رہا ہوں

کر رہا ہوں

اور میں کرتا رہوں گا

اے مصاحب کھول آنکھیں

قصہ تیرے ظلم کا باقی نہیں ہے

بس کہ اب میں جاں پہ بھاری لذتوں کا

الفتوں کا بھید کھولے جا رہا ہوں

کثرتِ غم کو بھلانے کے لیے مضطرب

ہنس بھی رہا ہے

اپنے غم میں اشکِ غم ہنس کے بہائے جا

رہا ہے

گو ادب سے مل رہا ہے پر منافق

سوچ سوچے جا رہا ہے

آج جیسے بچ رہی ہو زندگی دو چار تنکوں

کے سہارے

شور ہے ہر سمت بے آوارگی آوارگی

آوارگی آوارگی کا

کس قدر دشوار جینا ہو گیا ہے

آدمی سے آدمی نظریں بچائے جا رہا ہے

نامکمل سوچ نے ہر شخص کو پیچیدگی میں مبتلا

ایسا کیا ہے

عقل ششدر ہے یہ کیسی کج روی ہو رہی ہے

عقل ایسی عقل کی دشمن ہوئی ہے

عقل دائیں عقل بائیں عقل اوپر عقل نیچے

لڑ رہی ہے

عقل سے ہی عقل ماری جا رہی ہے

عقل سے ہی عقل کے پردے ہٹائے جا

رہے ہیں

عقل والے عقل سے باغی ہوئے ایسے

ہوئے ہیں

ہاتھ دھو کے عقل کے پیچھے پڑے ہیں

عقل کے طوطے اڑائے جا رہے ہیں

عقل کے پتلے جلائے جا رہے ہیں

عقل چکرانے لگی ہے

عقل چرنے جا چکی ہے

عقل کے ناخن لیے جانے لگے ہیں

عقل کا ہر پیچ ڈھیلا ہو چکا ہے

حاکموں کی عقل سے اب لوگ گھبرائے

☆i ﴿۱۵﴾ ☆ii

ہوئے ہیں
حکمتوں سے نعمتوں سے ذاتِ بابرکات سے
محروم ہوتے جا رہے ہیں
آج کمیونزم گرا کام ہوتا جا رہا ہے
کارگر سرمایہ داری بھی نہیں ہے
میں معاشی جبر کے ظالم نظاموں سے لڑائی
لڑ رہا ہوں
موسمِ گُل ہو خزاں ہو یا گھٹاؤں کی رُتیں ہوں
میں سبک رفتار ہوں ہر حال میں چلتا رہوں گا
آج بھی غافل نہیں حالات سے کچلے ہوئے
طبقات کی آواز بنتا جا رہا ہوں
مفلسوں کی بے بسی کو حسرتوں ناکامیوں کو میں
نہ دیکھوں کون دیکھے
نیچ ہو کر بھی بڑائی کی لڑائی لڑ رہا ہوں
بے قراری پوچھتی ہے کیوں بے چیں انسان ہے
انسان کے کردار پر کیوں
ظلم دیکھو بے ضمیروں باضمیروں میں لڑائی ختم
ہوتی جا رہی ہے
بدگمانی عام ہوتی جا رہی ہے

انتہا ہے بے تجب ہر حکایت جھوٹ ہوتی
جا رہی ہے
عشق کا ہر رنگ اپنا رنگ کھوتا جا رہا ہے
حُسن بازاری بہت مقبول ہوتا جا رہا ہے
لوگ اُجلی سوچ کے الجھے ہوئے ہیں
کشمکش میں مبتلا ہیں
نشہ استعمال کرنا روز کا معمول بنتا جا رہا ہے
غیر فطری فعل بھی مقبول ہوتے جا رہے ہیں
پھول جیسی نرم و نازک دلربائیں موت کا
ساماں خریدے جا رہی ہیں
نامکمل نوجوانوں اور میری پھول جیسی سُرخ
رنگت ماند پڑتی جا رہی ہے
شوق میں آوارگی کے رنگ کالا زرد ہوتا جا
رہا ہے
لوگ اکثر منزلوں کے راستوں کو چھوڑ کر
آوارگی کے راستوں پر چل رہے ہیں
عقل والے بھی بڑی افسردگی کے ساتھ ذاتی
فائدوں کے راستوں پر چل رہے ہیں
علم والے بھی ہوا کے رُخ پہ رُخ اپنا بدلتے جا

☆ i ﴿۱۵﴾ ☆ ii

رہے ہیں

اہلِ دل آوارگی کے دام میں یوں آ چکے ہیں

پھڑ پھڑاتے جا رہے ہیں اور پھنستے جا

رہے ہیں

با اصولوں کو بہت مجبور دیکھوں

بے اصولوں کو بہت خوش حال دیکھوں

نارسائی شیر کی بھی دیکھیے گیدڑ رہتا ہے

کرگسوں کی بھی رسائی دیکھیے شاہین بنتے

جا رہے ہیں

ہر نشیلی آنکھ اب میلی نظر آنے لگی ہے

جان لیوا قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہر عام بھی

ہے خاص بھی ہے

نفسیاتی قسم کی بیماریاں انسان کو انسان کے

اوصاف کو ماحول کو برباد کرتی جا رہی ہیں

نت نئے حالات سے دو چار کرتی جا رہی ہیں

گویا مالا رات ڈھلتی جا رہی ہے

پر یہ کیسے مان جاؤ امن لایا جا رہا ہے

عدل میرے سامنے جذبات کی جادوگری کی

بھینٹ چڑھتا جا رہا ہے

آج کی آسائشیں آلام بنتی جا رہی ہیں

آج کی بڑھتی ہوئی گنجان آبادی سے پیدا

بیسیوں قسمی مسائل ہو رہے ہیں

کارخانے گندگی آلودگی پھیلا رہے ہیں

بار آبادی کا بڑھتا قیمتوں کو بھی بڑھائے

جا رہا ہے

آج کی ظالم گرانی کا سبب فوجی بجٹ بھی

ہے پروٹوکول بھی ہے

آج ناانصافیوں سے نوجواں مایوس ہوتے

جا رہے ہیں

مشرقی قدروں سے باغی ہو چکے ہیں

دین سے بھی دور ہوتے جا رہے ہیں

مندروں میں حاضری کم ہو چکی ہے

مسجدیں ویران ہوتی جا رہی ہیں

چرچ بھی سنسان ہوتے جا رہے ہیں

منتشر اقوام ہوتی جا رہی ہیں

قتل کرنا چور ہونا جعل سازی عام باتیں بن

گئی ہیں

☆i ﴿۱۵﴾ ☆ii

آج کا انساں سیاست داں اصولوں کی
سیاست چھوڑ کر آوارگی اپنا رہا ہے
نظریاتی زندگی سے ہر تعلّق توڑتا بھی جا
رہا ہے
لوگ اپنی خود حفاظت کے لیے ہتھیار حاصل
کر رہے ہیں
خانہ جنگی کی طرف حالات بڑھتے جا رہے
ہیں
دن بدن حالات کی تبدیلیوں سے لوگ گھبرائے
ہوئے ہیں
آج سرکاری اداروں درس گاہوں ہسپتالوں
میں کرپشن عام ہوتی جا رہی ہے
دیکھ لو آوارگی کو
آج گلیوں میں گھروں میں پارکوں میں
ہوٹلوں میں دفتروں میں
ارتقاء کا بے عمل وارد نتائج دیکھ لو آوارگی کے
کینہ ور جمہوریت کا نام لے کر فاشزم پھیلا
رہے ہیں
آمریت لا رہے ہیں

منحرف بس ہیں نتائج سے حقائق مانتے
ہیں
اے مصاحب لاکھ کوشش کر مگر بے سود
اصلاحات با مقصد نہ ثابت کر سکے گا
دیکھ لے آوارگی کو
مجلسوں میں
عالموں میں
نوکروں میں
عاقلوں میں
پاگلوں میں
حاکموں میں
سائلوں میں
افسروں میں
مفلسوں میں
شاعروں میں
کاملوں میں
وادیوں میں
جنگلوں میں
مے پرستوں میں مغرور شاطروں میں

☆ i ﴿۱۵﴾ ☆ ii

اجتماعوں میں عزیزوں میں سمندر کی چمک
ریت پر بھی
فلسفی حضرات میں بھی
کھیل کے میدان میں بھی

مختصر ہے
گر کہیں کوئی خوشی دیکھی گئی ہے
تو سمجھ لو خود فریبی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے

قطعات

☆ ﴿۱۶﴾ ☆

(i)

ہر گھڑی ہم پر کڑی یارو نظر کیوں ہے بُری ----- کچھ نہیں ہے تو یہی ہے سازشی شائستگی
کیوں تباہی کا یہ منظر دیکھ کر چپ سادھ لوں ----- خود فریبی میں رہوں کیوں کیوں کروں میں خودکشی
پرخچے افکار کے یارو اُڑانا چھوڑ دو ----- ہر نیا انداز شاطر سا بظاہر سادگی
فاقہ مستوں سے ملو تو بے ریا ہو کر ملو ----- کچھ ادب ملحوظ ہو کچھ پیار میں اخلاص بھی
منصفو ہم سے نہ الجھو تلخیاں اچھی نہیں ----- جنگ جب اچھی نہیں اچھی نہیں ہے دشمنی

(ii)

پُوچھتے ہو یار مجھ سے یار کے ----- کیا بتائیں حال شب بیدار کے
اہلِ دل پھر خود نمائی کے لیے ----- آج دانشور بنے دربار کے
خود ستائی کی نہ کم حاجت ہوئی ----- عیب ظاہر ہو گئے کردار کے
یار یاروں کو بتانے کے لیے ----- دیکھ لو تیور بڑی سرکار کے

پھر کسی طوفان کے آثار ہیں ----- خستہ ہیں حالات جب نادار کے

(iii)

جذبہ ترا کام کمالات ترے جان چکے ----- ہم سے گریزاں نہ رہو تا کہ تری آن رہے
دھوپ میں چلتا جو ملے اُس کے لیے سایہ کرو ----- شوقِ کرامات بدل خودی کی نمائش کے لیے

(iiii)

قوم کے اے پاسبان انصاف کے ہوتے ہوئے ----- عیش عشرت لطف ہر آسودگی حاصل تجھے
وقت کی تحریر کا قیدی کیا حیراں کیا ----- جرم کرنا کیا ضروری ہے خودی کے واسطے؟

گیت

☆ ﴿٦٧﴾ ☆

پیار کا تُو ہے پیارا پھول
پھول ہے تُو میں اُڑتی دُھول پیار میں تیری تجھ سے بات
روک کے تجھ کو کی جو رات
پیار کی خاطر جاؤ بھول

پیار کا تُو ہے پیارا پھول
پھول ہے تُو میں اُڑتی دُھول عشق میں تیرے تھا مجبور
سرد ہوا بھی تھی مخمور
مان لیا تھی میری بھول

پیار کا تُو ہے پیارا پھول
پھول ہے تُو میں اُڑتی دُھول آج تو کر دینا ممنون
شام سے پہلے کرنا فون

☆ ﴿ ۲۷ ﴾ ☆
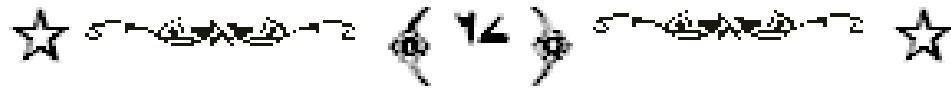
وعدہ نہ اپنا جانا بھول

پیار کا تُو ہے پیارا پھول
پھول ہے تُو میں اُڑتی دُھول

کر کے نہ جاؤ تم مایوس
پیار مرا کر لو محسوس
فون نہ پایا ہو گا طول

پیار کا تُو ہے پیارا پھول
پھول ہے تُو میں اُڑتی دُھول

پیار سے کیسے آؤں باز
پیار کو میں سمجھوں اعزاز
کہتی رہو تم نامعقول

پیار کا تُو ہے پیارا پھول
پھول ہے تُو میں اُڑتی دُھول

پیار کروں گا رکھنا یاد
فون پہ مت بنا جلّاد
پیار مرا ہو گا مقبول

پیار کا تُو ہے پیارا پھول
پھول ہے تُو میں اُڑتی دُھول

خوب ہے تیرا اب معمول
دیکھ کے مجھ کو جانا پھول
یوں ہی سہی چل میں ہوں فول

پیار کا تُو ہے پیارا پھول
پھول ہے تُو میں اُڑتی دُھول

☆ ﴿ ۶۸ ﴾ ☆

پیار ٹھکرا یا ابھی اقرار کر
پیار کر یا پیار سے انکار کر
من مرے کی خشک دھرتی پہ ابھی
کرکے تُو منظور عرضی پیار کی
پیار کی بارش سرِبازار کر

پیار ٹھکرا یا ابھی اقرار کر
پیار کر یا پیار سے انکار کر
تو بنے مجنوں تو میں لیلیٰ بنوں
پھول چاہت کے نچھاور کر سکوں
چاہتوں کی ابتداء اک بار کر

پیار ٹھکرا یا ابھی اقرار کر
پیار کر یا پیار سے انکار کر
کب کہو گے پاس میرے آیئے
عشق کرنے کی اجازت چاہیے
کاش پا لیتی تجھے دل ہار کر

پیار ٹھکرا یا ابھی اقرار کر
پیار کر یا پیار سے انکار کر
تُو بنے مندر تو میں داسی بنوں
من کے اندر میں تری پُوجا کروں
مل سکے نروان تو اظہار کر

پیار ٹھکرا یا ابھی اقرار کر
پیار کر یا پیار سے انکار کر
مار دے یا پیار کی دیوی بنا

☆ ۲۹ ☆

میں پُجارن پیار کی تُو دیوتا
سو گیا بھگوان تُو بیدار کر

پیار ٹھکرا یا ابھی اقرار کر
پیار کر یا پیار سے انکار کر

آج نفرت کی حدوں کو پار کر
پیار کر یا آخری دیدار کر
تھک گئی ہوں ہاتھ پاؤں مار کر

پیار ٹھکرا یا ابھی اقرار کر
پیار کر یا پیار سے انکار کر

خودکشی کرنے چلی ہوں دیکھ لے
یوں نہیں منظور تُو پھر زہر دے
خوش نہ ہوا تُو مجھے دھتکار کر

پیار ٹھکرا یا ابھی اقرار کر
پیار کر یا پیار سے انکار کر

☆ ۲۹ ☆

ڈر جہاں کے سبھی دے بُھلا بُھول جا
موسمِ عشق میں مُسکرا بُھول جا

پیار کی آگ سے دل جلا کے مرا
موڈ کو کیا ہوا راکھ دل کر دیا
راکھ ہاتھوں سے اپنے اُڑا بُھول جا

٧٩

ڈر جہاں کے سبھی دے بھلا بھول جا
موسمِ عشق میں مُسکرا بھول جا

غم بھلائے نہ بھولیں تو باہوں میں آ
پیار دے کے مجھے پیار لے لے مرا
پیار مُشکل نہیں جانیا بھول جا

ڈر جہاں کے سبھی دے بھلا بھول جا
موسمِ عشق میں مُسکرا بھول جا

ہاتھ ہاتھوں میں دے کے پکارا نہیں
دولتِ حُسن پہ حق ہمارا نہیں
لِفٹ دی آج دے کے کہا بھول جا

ڈر جہاں کے سبھی دے بھلا بھول جا
موسمِ عشق میں مُسکرا بھول جا

دل چُرا کے مرا خوش بہت ہے ہوئی
بھاگ کر پیار سے اور بھانے لگی
صرف اتنا بتا سن لیا بھول جا

ڈر جہاں کے سبھی دے بھلا بھول جا
موسمِ عشق میں مُسکرا بھول جا

نیند کی گود میں خواب دیکھوں ترے
خواب سے خوبصورت تصوّر مرے
کھینچ لائے ترے پاس آ بھول جا

☆ ﴿ ۷۹ ﴾ ☆

ڈر جہاں کے سبھی دے بھلا بھول جا
موسمِ عشق میں مسکرا بھول جا

حال پوچھیں ترا پاس آ کے مرے
پھول خوشبو چرا کے بدن کی ترے
دے کے آواز نزدیک آ بھول جا

ڈر جہاں کے سبھی دے بھلا بھول جا
موسمِ عشق میں مسکرا بھول جا

پیار کی الجھنیں پیار سے دور ہوں
پیار میں پیار کرنے پہ مجبور ہوں
اور کیا چاہیے ساجنا بھول جا

ڈر جہاں کے سبھی دے بھلا بھول جا
موسمِ عشق میں مسکرا بھول جا

جسم ہے جان ہے زندگی ہے مری
بن ترے ہوں ادھورا قسم ہے تری
نام لے کے مرا لے بلا بھول جا

ڈر جہاں کے سبھی دے بھلا بھول جا
موسمِ عشق میں مسکرا بھول جا

☆ ﴿ ۸۰ ﴾ ☆

کبھی تو مجھ سے پیار کر
نظر سے ہم کنار کر بہار میں خمار کی

یہی ہے عمر پیار کی
یہ کام یادگار کر
کبھی تو مجھ سے پیار کر
نظر سے ہم کنار کر پلٹ کے دیکھ دیکھ کے
خفا بھی ہو سزا بھی دے
اجی! مجھے پکار کر
کبھی تو مجھ سے پیار کر
نظر سے ہم کنار کر محبتیں حرام ہیں
یہ آپ ہم کلام ہیں؟
تو پھر کبھی کبھار کر
کبھی تو مجھ سے پیار کر
نظر سے ہم کنار کر ملے گا پیار پیار سے
یہ سوچ کے ملا تجھے
کہے پہ اعتبار کر
کبھی تو مجھ سے پیار کر
نظر سے ہم کنار کر حسین ہو کے خسی کی
قدر بڑھا کے دیکھ لی

☆ ۴۰ ☆

نہ اور بے قرار کر

کبھی تو مجھ سے پیار کر

نظر سے ہم کنار کر مرا سکون چھین لے

اگر سکون مل سکے

نہ اور انتظار کر

کبھی تو مجھ سے پیار کر

نظر سے ہم کنار کر خفا کھڑی نہ ہو

خطا مری بتا بھی دو

بتا کے سوگوار کر

کبھی تو مجھ سے پیار کر

نظر سے ہم کنار کر غرور حُسن کا کرو

کرو بہت کیا کرو

مگر نہ اشک بار کر

کبھی تو مجھ سے پیار کر

نظر سے ہم کنار کر لبوں کے لال رنگ کی

قسم مری امنگ کی

کبھو کہ انتظار کر

☆ ﴿ ۷۰ ﴾ ☆

کبھی تو مجھ سے پیار کر
نظر سے ہم کنار کر شرارتیں یہ شوخیاں
جہانِ دل کے حکمراں
خوشی کی حد نہ پار کر
کبھی تو مجھ سے پیار کر
نظر سے ہم کنار کر مزاج خوشگوار سے
مجھے پکار پیار سے
نزاکتیں ہزار کر
کبھی تو مجھ سے پیار کر
نظر سے ہم کنار کر

☆ ﴿ ۷۱ ﴾ ☆

کیا رب نے پیدا تجھے اس لیے
تری تا کہ ہر دل تمنا کرے بنا کے مجھے اہلِ دل جانِ من
خدا نے تجھے حُسن بخشا بجن
یہ دنیا بہت خوبصورت لگے
کیا رب نے پیدا تجھے اس لیے
تری تا کہ ہر دل تمنا کرے محبت بنا کر بنایا مجھے

☆ ۷۱ ☆

کیا تجھ کو تخلیق میرے لیے
سدا حسن تیرا یہ قائم رہے

کیا رب نے پیدا تجھے اس لیے
تری تا کہ ہر دل تمنا کرے

یہ دنیا محبت سے مربوط ہے
ہمارا بھی رشتہ مضبوط ہے
محبت کی خوشبو مہکتی رہے

کیا رب نے پیدا تجھے اس لیے
تری تا کہ ہر دل تمنا کرے

ہوا مجھ کو احساس مل کے تجھے
یہ جیون بنایا خوشی کے لیے
دعا ہے ملاقات ہوتی رہے

کیا رب نے پیدا تجھے اس لیے
تری تا کہ ہر دل تمنا کرے

یہ دنیا حسیں مٹ نہ جائے کہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
ہمیں دیکھ کر پھول کہنے لگے

کیا رب نے پیدا تجھے اس لیے
تری تا کہ ہر دل تمنا کرے

﴿ ۴۷ ﴾

کسی حیلے وسیلے سے ملا کرنا
دعا دیتے فقیروں کو سُنا کرنا

مرا کچھ بھی نہیں بگڑے گا چالوں سے
مخاطب ہوں حسینو حُسن والوں سے
یہ دنیا خوش نہیں پھر بھی بھلا کرنا

کسی حیلے وسیلے سے ملا کرنا
دعا دیتے فقیروں کو سُنا کرنا

بھلائی ہی بُرائی کو منافق ہے
محبت ہی محبت کو بڑھاتی ہے
محبت کا نہیں میرا گلا کرنا

کسی حیلے وسیلے سے ملا کرنا
دعا دیتے فقیروں کو سُنا کرنا

ملا کر روز ہم سے مان بھی جاؤ
اندھیرے نفرتوں کے دور کرنے کو
محبت کا دیا روشن کیا کرنا

کسی حیلے وسیلے سے ملا کرنا
دعا دیتے فقیروں کو سُنا کرنا

مجھے پاگل کہو عاشق جنونی بھی
اگر محبوب میں ہوں جی حضوری بھی
وفا کا امتحاں بھی لے لیا کرنا

کسی حیلے وسیلے سے ملا کرنا
دعا دیتے فقیروں کو سُنا کرنا

☆ ۴۳ ☆

مدہوش جوانی کا جب جام چھلکتا ہے

اے جانِ جہاں دل میں اک چاند چمکتا ہے

جس چاند کو ہم دل میں صدیوں سے بساتے ہیں

کیا ایسی مصور بھی تصویر بناتے ہیں

سرشار ستارے کیا آکاش جھجکتا ہے

مدہوش جوانی کا جب جام چھلکتا ہے

اے جانِ جہاں دل میں اک چاند چمکتا ہے

ہم حُسنِ تصور کا جب حُسن بڑھاتے ہیں

فطرت کے حسیں منظر خوشبو کو بلاتے ہیں

ارمان بھرے دل میں اک غنچہ چٹکتا ہے

مدہوش جوانی کا جب جام چھلکتا ہے

اے جانِ جہاں دل میں اک چاند چمکتا ہے

جذبات کے انگارے من میرا جلاتے ہیں

ہم اپنی جوانی کا معمول سناتے ہیں

دل یاد میں تیری ہی دن رات دھڑکتا ہے

مدہوش جوانی کا جب جام چھلکتا ہے

اے جانِ جہاں دل میں اک چاند چمکتا ہے

☆ ۴۴ ☆

آگ دل میں پیار کی، تشنہ لبی کو دیکھتی

دوریاں دے کر مجھے، تو ہے کہاں کو جا رہی

مدبھری آنکھیں تری، آپ رواں ہے چال بھی

﴿ ۷۳ ﴾

زخمی دل زخمی جگر، جاتے ہوئے کرتی گئی
بے قراری کو مری، کچھی نہیں سمجھو کبھی

آگ دل میں پیار کی، تشنہ لبی کو دیکھتی
دوریاں دے کر مجھے، تُو ہے کہاں کو جا رہی

جانِ جاں رُکنا ذرا، جاتے ہوئے اتنا بتا
بھول کیا ہم سے ہوئی، خونِ تمنا کر دیا
رس بھری اے راگنی، عزمِ جواں سن تو سہی

آگ دل میں پیار کی، تشنہ لبی کو دیکھتی
دوریاں دے کر مجھے، تُو ہے کہاں کو جا رہی

اِس قدر کیوں ہے خفا، موجِ صبا کافر ادا
مان جا میرا کہا، اچھی نہیں کافر حیا
گنگناتی چاندنی، اہلِ نظر کی روشنی

آگ دل میں پیار کی، تشنہ لبی کو دیکھتی
دوریاں دے کر مجھے، تُو ہے کہاں کو جا رہی

نوحہ خواں ہیں بھول بھی، رو کے کہے ہے ہر کلی
چھوڑ کے رہنا ہمیں، اور نہ کر ہم کو دُکھی
حسرتوں کے خون سے، سُرخ سماں ہے لاڈلی

آگ دل میں پیار کی، تشنہ لبی کو دیکھتی
دوریاں دے کر مجھے، تُو ہے کہاں کو جا رہی

تشنہ ہے اے میکدہ، جام و سبو کالی گھٹا
چھوڑ بھی دے روٹھنا، نامِ خدا ہی مان جا

☆ ﴿ ۷۴ ﴾ ☆

کیوں جدائی دے چلی، جچتی نہیں ہے بے رُخی

آگ دل میں پیار کی، تشنہ لبی کو دیکھتی
دوریاں دے کر مجھے، تُو ہے کہاں کو جا رہی

پیار کرنے کی سزا، دے کے کڑی ابرآم کو
ہجر کی سوغات کا، زہر دے کے تُو خوش نہ ہو
داغِ دل کر کے ہرے، دردِ جگر کو دائمی

آگ دل میں پیار کی، تشنہ لبی کو دیکھتی
دوریاں دے کر مجھے، تُو ہے کہاں کو جا رہی

☆ ﴿ ۷۵ ﴾ ☆

رنگیں فضاؤں کی نظر لگے نہ
چنچل ہواؤں کی نظر لگے نہ

معصوم جذبوں بادلوں گُلوں کی
پیاری منائیں شام موسموں کی
بچ اپنی چھاؤں کی نظر لگے نہ

رنگیں فضاؤں کی نظر لگے نہ
چنچل ہواؤں کی نظر لگے نہ

یہ سُرمئی موسم خُمار لایا
من کی رُتوں میں انقلاب آیا
خود کی اداؤں کی نظر لگے نہ

﴿ ۷۵ ﴾

رنگیں فضاؤں کی نظر لگے نہ
چنچل ہواؤں کی نظر لگے نہ

آؤ چلیں سپنوں کی وادیوں کو
خوش پوش برفیلی پہاڑیوں کو
نیلی خلاؤں کی نظر لگے نہ

رنگیں فضاؤں کی نظر لگے نہ
چنچل ہواؤں کی نظر لگے نہ

﴿ ۷۶ ﴾

جی ہمیں قبول کر لیا حضور شکریہ
مُسکرا پڑے بڑھا دیا سرور شکریہ

پیار تو حضور پیار ہے فتور مت کہیں
پیار کی بجھا کے روشنی کو نُور مت کہیں
پیار نُور دل کا ہے نہیں فتور شکریہ

جی ہمیں قبول کر لیا حضور شکریہ
مُسکرا پڑے بڑھا دیا سرور شکریہ

مل سکے گا پیار سے سکونِ دل یہ سوچ کے
پیار کے تلاش میں حضور سے ہیں آ ملے
مل گئے ہیں آپ غم ہوئے ہیں دور شکریہ

جی ہمیں قبول کر لیا حضور شکریہ
مُسکرا پڑے بڑھا دیا سرور شکریہ

☆ ﴿ ۷۶ ﴾ ☆

جس ادا سے حور آپ نے کہا ہے پیار سے
آج پیار میں اسی ادا سے ہاتھ تھام لے
جی حضور حور کیوں رہے گی دور شکریہ

جی ہمیں قبول کر لیا حضور شکریہ
مُسکرا پڑے بڑھا دیا سرور شکریہ

آج آپ سردیوں میں تیز دھوپ کی طرح
چھو رہے ہیں جسم کو ہوا کے روپ کی طرح
رقص دیکھیے ہوا کا بھی ضرور شکریہ

جی ہمیں قبول کر لیا حضور شکریہ
مُسکرا پڑے بڑھا دیا سرور شکریہ

ڈگمگا گئی ملاپ کے سرور سے نہیں
پیار میں حواس بھی گرفت میں رہے نہیں
آپ پیار پر کیا کریں غرور شکریہ

جی ہمیں قبول کر لیا حضور شکریہ
مُسکرا پڑے بڑھا دیا سرور شکریہ

☆ ﴿ ۷۷ ﴾ ☆

پی پلا پیتے رہو برسات آئی
آج ناچیں مستیوں کی رات لائی

نوجوانوں اے حسینوں آج مل کے
خوبصورت رات انجائے کریں گے

☆ ☆

بج رہا ہے ساتھ اپنے ساز بھائی

پی پلا پیتے رہو برسات آئی

آج ناچیں مستیوں کی رات لائی

جگمگاتی روشنی کے رنگ دیکھو

خود تھرکتا سایہ اپنے سنگ دیکھو

مست ہے ماحول لے کے انگڑائی

پی پلا پیتے رہو برسات آئی

آج ناچیں مستیوں کی رات لائی

ایک جیسے رنگ میں رنگے گئے ہیں

رند پیا دیکھ کر شرما رہے ہیں

مست ابھی سے ڈگمگا آج بھائی

پی پلا پیتے رہو برسات آئی

آج ناچیں مستیوں کی رات لائی

رات بھر ہر غم بھلا کے جھومنا ہے

جھومتے ہی جھومتے یوں گھومنا ہے

گھوم پھر کے جام پی پھر جھوم بھائی

پی پلا پیتے رہو برسات آئی

آج ناچیں مستیوں کی رات لائی

کیوں برا مانیں کسی بھی بات کا ہم

تھام کر اک دوسرے کو ٹوکنا کم

دیدنی ہے آج کی شب دیکھ بھائی

۷۷

پی پلا پیتے رہو برسات آئی

ناچ ناچیں مستیوں کی رات لائی
رات کے ڈھلنے کا مت غم آج کرنا

وقت کی رفتار سے ہرگز نہ ڈرنا

اور بھی ری لکس ہو کے ناچ بھائی

پی پلا پیتے رہو برسات آئی

ناچ ناچیں مستیوں کی رات لائی
زندگی کی شام کو رنگین کر کے

ساتھیو اک دوسرے کا جام بھر کے

تجھے ثابت کر دیئے جذبات بھائی

پی پلا پیتے رہو برسات آئی

ناچ ناچیں مستیوں کی رات لائی

۷۸

سمندر کی سیاحت کو جب نکلنا

مرے دل کی جزیرے کو یاد رکھنا
پکاروں جب سفر میں تو جان لینا

مرے من کا جزیرہ نزدیک ہو گا

ہواؤں کی صداؤں پہ کان دھرنا

سمندر کی سیاحت کو جب نکلنا

مرے دل کی جزیرے کو یاد رکھنا
ستارے جگمگائیں گے جب خوشی سے

☆ ۷۸ ☆

چمکتی ریت پاؤں چومے گی تیرے
تکلف میں اترا کچھ دیر رکنا

سمندر کی سیاحت کو جب نکلنا
مرے دل کی جزیرے کو یاد رکھنا

گلابوں سے سجاؤں گا راستوں کو
فلک سے ڈھونڈ لاؤں گا روشنی کو
پرندوں کی قطاریں بھی دیکھ لینا

سمندر کی سیاحت کو جب نکلنا
مرے دل کی جزیرے کو یاد رکھنا

☆ ۷۹ ☆

ممکن نہ تھا ملنا تو پھر کیوں الفت دی وعدہ کیا
میری وفاؤں التجاؤں کا یہ دینا تھا صلا؟

حاصل مجھے اعزاز رسوائی کا ہے پر تُو نہ ڈر
میں پیار میں ناکام ہوں پر عشق میں ہوں نامور
بے نام تھا ابرامؔ عاشق نام جس کا پڑ گیا

ممکن نہ تھا ملنا تو پھر کیوں الفت دی وعدہ کیا
میری وفاؤں التجاؤں کا یہ دینا تھا صلا؟

ظالم نہیں دیکھا جو ہو باعث دلی تسکین کا
دستک پہ دل کی کھول کر در پیار کا نظریں ملا
تُو چودھویں کا چاند تیری چاندنی سے ہے گلا

☆ ۷۹ ☆

ممکن نہ تھا ملنا تو پھر کیوں لفٹ دی وعدہ کیا
میری وفاؤں التجاؤں کا یہ دیا تھا صلا؟

کیا گیت میں تعریف تیرے حُسن کی کم تُو نہیں
دیکھے بہت میں نے حَسیں جگ میں نہ تھا تجھ سا کہیں
انسان کیا پھولوں نے بھی بُو جا تجھے میرے سوا

ممکن نہ تھا ملنا تو پھر کیوں لفٹ دی وعدہ کیا
میری وفاؤں التجاؤں کا یہ دیا تھا صلا؟

اے شامِ غم کے چارہ گر ڈالو کرم کی اب نظر
تیرے لیے ہی روپ بھگّے پن کا دھارا دھار کر
دیوانگی میں دیکھ کر تیری خوشی اپنا لیا

ممکن نہ تھا ملنا تو پھر کیوں لفٹ دی وعدہ کیا
میری وفاؤں التجاؤں کا یہ دیا تھا صلا؟

جنت میں بھی لیلیٰ مری بے حال ہے مجنوں ترا
کب سے کھڑا ہے منتظر تیری گلی میں پیار کا
جلتا ہوا بجھنے کو ہے دیکھو مرے دل کا دیا

ممکن نہ تھا ملنا تو پھر کیوں لفٹ دی وعدہ کیا
میری وفاؤں التجاؤں کا یہ دیا تھا صلا؟

بستی تری جنگل نہیں جوگی نہیں عاشق ترا
کیوں چھوڑ دوں دنیا تری جب عشق ہے صادق مرا
آ پربتوں پر چل بسیں ٹھنڈی جہاں کی ہے فضا

ممکن نہ تھا ملنا تو پھر کیوں لفٹ دی وعدہ کیا
میری وفاؤں التجاؤں کا یہ دیا تھا صلا؟

جو آزمانا چاہتے ہو آزما لو شوق سے

☆ ﴿۷۹﴾ ☆

میں جانتا ہوں آج کی شب کیا روئے ہیں ترے
کیوں مسکرا کے ہجر کی سوغات دے کر چل دیا

ممکن نہ تھا ملنا تو پھر کیوں لفٹ دی وعدہ کیا
میری وفاؤں التجاؤں کا یہ دینا تھا صلا؟

☆ ﴿۸۰﴾ ☆

ہم راہی الفت کی راہوں کے میں تیرا تو میری ہے
میری منزل تو تیری منزل میں مشکل سے مانی ہے
تو جو مجھ سے ہی مجھ پہ ہنسی سن کر اکثر ہنستی تھی
دل ہی دل میں میں بھی ہنس پڑتا تھا تو کتنی سادی تھی
ایسے لگتا جیسے دل ہی دل کے تالے کی چابی ہے

ہم راہی الفت کی راہوں کے میں تیرا تو میری ہے
میری منزل تو تیری منزل میں مشکل سے مانی ہے
میری بگڑی حالت پر تو جو خوش ہے تو میں بھی خوش ہوں
تیری خاطر بولو کس کس سے میں ٹوٹے ناطے جوڑوں
صدیوں میں اک بستی جیسے بستے بستے جا بستی ہے

ہم راہی الفت کی راہوں کے میں تیرا تو میری ہے
میری منزل تو تیری منزل میں مشکل سے مانی ہے
دل کے انجانے رستوں کو جانے تو تجھ کو جانوں میں
میرے دل کے اندر تو ہی تو بس تو ہی تو مانوں میں
جذبے اپنے سچے ہیں منزل اپنی دیکھی بھالی ہے

ہم راہی الفت کی راہوں کے میں تیرا تو میری ہے
میری منزل تو تیری منزل میں مشکل سے مانی ہے
جب تجھ میں مجھ میں دوری تھی مجبوراً ایسا کیا تھا

☆ ﴿ ۸۰ ﴾ ☆

میں دن میں لکھا کرتا تھا راتوں کو جاگا کرتا تھا
تجھ کو جب سے پایا ہے تنہائی بھی اچھی لگتی ہے

ہم راہی الفت کی راہوں کے میں تیرا تُو میری ہے
میری منزل تُو تیری منزل میں مشکل سے مانی ہے

☆ ﴿ ۸۱ ﴾ ☆

ووٹر کا پیغام ووٹر کے نام

قیمتی ووٹ ہے آپ کا ووٹرو
بھائیوں سے کروں التجا ووٹ دو

چار سو ہیں عیاش کو چھوڑ کے
مفلسو! سیٹھ کو چور کو چھوڑ کے
آج مزدور کو ووٹ دو افسرو

قیمتی ووٹ ہے آپ کا ووٹرو
بھائیوں سے کروں التجا ووٹ دو

ووٹ کاغذ نہیں سوچ کر ووٹرو
قیمتی ووٹ دو قیمتی شخص کو
آزمائے ہوئے شخص کو ٹوک دو

قیمتی ووٹ ہے آپ کا ووٹرو
بھائیوں سے کروں التجا ووٹ دو

پارساؤ بزرگو مرے ساتھیو
کون بے لوث ہمدرد ہے یاد ہو
بیٹیو! باجیو عقل سے کام لو

﴿ ۸۱ ﴾

قیمتی ووٹ ہے آپ کا وڈرو
بھائیوں سے کروں التجا ووٹ دو

غیر موزوں سیاست کرے شخص جو
دور اُس سے رہو صاف اُس سے کہو
جا میاں آزمائے ہوئے شخص ہو

قیمتی ووٹ ہے آپ کا وڈرو
بھائیوں سے کروں التجا ووٹ دو

واسطو ملک و ملّت کی بہنو اُٹھو
ووٹ کی قدر و قیمت کو ثابت کرو
جبر کی قوتوں کی مخالف رہو

قیمتی ووٹ ہے آپ کا وڈرو
بھائیوں سے کروں التجا ووٹ دو

گانے

﴿ ۸۲ ﴾

نہ کر خود کشی اے پریشان اُمّی
یہ بربادیوں کا ہے سامان اُمّی

نہ پی خون اپنا نہ برباد خود ہو
یہ اولاد اپنی یہ احسان کر دو
ہوا گھر ہمارا یہ ویران اُمّی

نہ کر خود کشی اے پریشان اُمّی
یہ بربادیوں کا ہے سامان اُمّی

نہ پی اور خود کو بچا خامیوں سے
بچا لے ہمیں آج بد نامیوں سے

☆ ﴿ ۸۲ ﴾ ☆

ادھورے ہمارے ہیں ارمان امّی

نہ کر خودکشی اے پریشان امّی

یہ بربادیوں کا ہے سامان امّی — نہ دولت رہی ہے نہ عزت رہے گی

کہاں گُم ہوئیں خُوبیاں خاندانی

نہ کر خودکشی اے پریشان امّی — یہ خُونی دوا چھوڑ نادان امّی

یہ بربادیوں کا ہے سامان امّی

☆ ﴿ ۸۳ ﴾ ☆

ہم ہیں عاشق بھولے بھالے

آؤ ناچیں ڈالیں ڈورے — آزادی کی روشن شب میں

گائیں جھومیں جھومیں گائیں

اوا متوالے ہمت والے

ہم ہیں عاشق بھولے بھالے

آؤ ناچیں ڈالیں ڈورے — ناگن جیسے بل کھاتی ہو

ان پیاری پریوں کو دیکھو

چھوڑو شرمانا شرمیلے

ہم ہیں عاشق بھولے بھالے

آؤ ناچیں ڈالیں ڈورے — پھولوں جیسے میرے یارو

عذراؤں کو بڑھ کے چومو

☆ ﴿ ۸۳ ﴾ ☆

چومو توڑو دل کے تالے

ہم ہیں عاشق بھولے بھالے

آؤ ناچیں ڈالیں ڈورے

☆ ﴿ ۸۴ ﴾ ☆

مرد) دیر ہے سورج نکلنے میں ابھی بھی

وقت پر آتی بہت جلدی اگر تھی

عورت) ہوش میں آؤ بہت پیتے رہے ہو

ناک کٹواؤ نہ اپنی وقت دیکھو

مرد) کیا ہوا کیوں چل پڑی ہو جاں ہماری

دیر ہے سورج نکلنے میں ابھی بھی

وقت پر آتی بہت جلدی اگر تھی

عورت) میں طوائف ہوں نہیں کچھ خوف مجھ کو

نام ہے بد نام میرا کچھ تو سوچو

مرد) لگ رہی ہو خوب صورت آج پیاری

دیر ہے سورج نکلنے میں ابھی بھی

وقت پر آتی بہت جلدی اگر تھی

عورت) آج جانے دو شرافت سے ورنہ

بھول کر بھی میں نہ آؤں گی پلٹ کے

مرد) ہر طرف تالے لگے ہیں آج گوری

☆ ﴿۸۴﴾ ☆

دیر ہے سورج نکلنے میں ابھی بھی
وقت پہ آتی بہت جلدی اگر تھی

☆ ﴿۸۵﴾ ☆

دن تیرا ہے شب میری ہے
جب گھر کی چھت پہ سوتی ہے
تُو کس بستر پہ ہوتی ہے

جب والد تیرا چیخے ہے
نینوں سے مارے گھونسے ہے
ماں تیری دن کو سوتی ہے
کی تُو نے ہیرا پھیری ہے

دن تیرا ہے شب میری ہے
جب گھر کی چھت پہ سوتی ہے
تُو کس بستر پہ ہوتی ہے

کرتی فیشن مردوں سا ہو
نخرے کُھسروں جیسے آہو
ہاتھوں پہ تیرے مہندی ہے
چہرے پہ جیسی زردی ہے

دن تیرا ہے شب میری ہے
جب گھر کی چھت پہ سوتی ہے
تُو کس بستر پہ ہوتی ہے

ہم تیرے اوپر مرتے ہیں
ماں اپنی سے کب ڈرتے ہیں

☆ ﴿۸۵﴾ ☆

ہاتھوں میں تیرے لاٹھی ہے

دن تیرا ہے شب میری ہے
چھتر کی حاجت باقی ہے

جب گھر کی چھت پہ سوتی ہے

تُو کس بستر پہ ہوتی ہے

☆ ﴿۸۶﴾ ☆

دیکھو صورت پیاری پیاری

بج جائے تالی پہ تالی
مل کر آئے پوڈر سُرخی

دیکھو چہروں کی مظلومی

پیلی آنکھیں گردن نیلی

کالے رخساروں پہ لالی

دیکھو صورت پیاری پیاری

بج جائے تالی پہ تالی
مل کر آؤ کر لیں ڈانس

آیا ہے اک اچھا چانس

دھوبی نائی ملکو نقوی

پٹواری خاں ویری ساری

دیکھو صورت پیاری پیاری

بج جائے تالی پہ تالی
بھولے بھالے تھے دیہاتی

دیکھیں فلمیں آئی پھرتی

☆ ۸۶ ☆

سمٹی سمٹی جھنتی جھنتی
پھنس جاتی ہے بے گھر لڑکی

دیکھو صورت پیاری پیاری
بج جائے تالی پہ تالی

نوکر ہم ہیں سب سرکاری
پکی کر لو ہم سے یاری
چھپ کر مل لو باری باری
تھم جائیں گے آنسو جاری

دیکھو صورت پیاری پیاری
بج جائے تالی پہ تالی

لوگو جیبیں کر لو بھاری
بیٹھے گی پہلو میں ناری
جس کے جلوے ہوں گے کاری
دل بھی صدقے جاں بھی واری

دیکھو صورت پیاری پیاری
بج جائے تالی پہ تالی

ختم شد